MM

15

عدالت محشر

بالکل عجیب قسم کا ایک ناول

1230

مصنفہ

جناب ڈاکٹر محمد عبد الغفور خانصاحب
مطیر انچارج شفاخانہ محمد آباد

جس کو

سنہ ۱۹ ء کے اخبار آفتاب پنجاب لاہور سے
ریپرنٹ کیا گیا۔

اور

دیوان عطر سنگھ نے اپنے مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں چھپوایا

فہرست کتب نامور مطبع آفتاب پنجاب لاہور

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت	نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
نادل و سوانح عمریاں			آرام دل	۶ر	۳ر
			انتقام ہر دو حصہ	۱۲ر	۶ر
انارکلی	عہ	۵ر	اورنگ زیب جنجل کماری	۸ر	۴ر
مہاتما بدھ کی مفصل سوانح عمری	۳ر	ار	افغانی چھرا	عہ	۱۰ر
حیات تسلیم	۴ر	۱ر	درگیش نندنی	عصہ ۴ر	۱۰ر
لنگڑا قاتل	۴ر	۱۰ر	ڈیلکشر حصہ اول	۶ر	۳ر
جادوگر	عصہ	۵ر	حصہ دوم	۸ر	۴ر
حریص بیوی	۱۰ر	۳ر	” سوم	۱۴ر	۷ر
پیدرکس	۸ر	۳ر	دلچسپ حصہ اول و دوم	۱۴ر	۹ر
پان کا نہلا	۱۰ر	۳ر	ڈاکو کی دلہن	۱۲ر	۶ر
اخبار نویسوں کے اسرار	۴ر	۱ر	ذات شریف	عصہ ۸ر	۱۲ر
ایڈیٹر کی بیوی	۶ر	۲ر	شہید ناز حصہ اول و دوم	عہ کار	عہ کا
مسٹریز آف لاہور	عہ ۱ر	عہ	غرور حسن	۸ر	۴ر
غم نصیب	۱۲ر	۵ر	کرنیل کی بیٹی	۸ر	۴ر
آفت ناگہانی	۱۰ر	۵ر	کشتۂ محبت	۴ر	۲ر
شاہین چور	۱۰ر	۵ر	میٹھی چھری	۱۰ر	۶ر
عبرت	۱۲ر	۶ر	محبوبہ ماڈرن	عہ کار	۱۲ر
سوتیا ڈاہ	۱۰ر	۵ر	لال بی بی	عہ	۸ر
افتاد جوانی	۱۲ر	۶ر	مسٹریز آف پیرس	۱۲ر	۶ر
اٹرڑہ وہم	۸ر	۴ر	نئی دلہن	۸ر	۴ر
احمق الذین	۸ر	۴ر	نوابی دربار	۸ر	۴ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عدالتِ محشر

عدالتِ محشر
کا
پہلا اِجلاس

نمبر ۱

؎ رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے
کام آیا حشر میں دامن میرے جلاد کا

ابھی آفتابِ محشر اپنے پورے جاہ و جلال حشمت و اقبال سے نصف النہار تک بھی نہ پہنچا تھا۔ کہ عدالتِ محشر کی کچہری کے بابِ نصفت دفتری عادل نے وا کر دیئے اور عمّال آنا شروع ہوئے۔ چنانچہ ناظر منصف بیگ۔ منصرم سید انصاف حسین سررشتہ دار شیخ عدل الدین۔ محرر دفتر مرزا داد بخش۔ پیشکار ملک معدلت علی محرر فریاد خاں۔ نقل نویس میر غیاث احمد۔ ڈگری نویس فیصل خاں۔ ہیڈ کلرک مسٹر جج اسکوائر۔ کلرک بابو نیاو کمار گھوس۔ کاپی اسیسٹ منشی ثالث چند خزانچی

لالہ نکیت رائے۔ چپڑاسیان سمن سنگھ و شیخ سفینہ۔ وکلاء مختاران ریونیو ایجنٹ و مختاصمین وغیرہ وغیرہ آ موجود ہوئے۔ عُمّال اپنے اپنے بستے سنبھال کر اپنی اپنی ڈیوٹی یا فرض منصبی کی انجام دہی میں مصروف ہوئے۔

چند ہی منٹ گزرے تھے۔ کہ حضور **داورِ محشر** کی آمد آمد ہوئی۔ جملہ حضار نے سروقد تعظیم دی۔

حضور ممدوح کے رونق افروز اجلاس ہوتے ہی کارروائی مستمرہ شروع ہوئی۔ حضور موصوف نے اپنے پیشکار ملک معدلت علی صاحب سے استفسار فرمایا۔ کہ آج کی پیشی میں کس قدر مقدمے ہیں؟ پیشکار صاحب مذکور الفوق نے مؤدبانہ عرض کی۔ کہ خداوندِ نعمت! یوں تو آج کی تاریخ میں کئی مقدمات ہیں۔ مگر سب سے پہلا نمبر ایک قتل عمد کے مقدمہ کا ہے۔ حکم ہوا۔ وہی پیش کیا جائے۔ پیشکار صاحب نے چپڑاسی سمن سنگھ کو حکم دیا۔ کہ دیکھو تو مدعی **شہید ادا** اور **قاتلِ عالم** حاضر ہیں یا نہیں؟ چپڑاسی یہ حکم پاتے ہی کچہری کے باہر آ کر یہ ہانک لگائی۔ کہ مدعی شہیدِ ادا اور مدعا علیہا قاتلِ عالم حاضر ہیں؟ جواب ملا ہاں! ہاں! حاضر ہیں!!! پس مدعی و مدعا علیہا مع وکلاء فریقین عدالت کے سامنے حاضر کر دیئے گئے۔ اور ان کی روبکاری اس طرح شروع ہوئی۔

سب سے پہلے پیشکار صاحب نے حضور داورِ محشر کو یہ عرضی دعوے جو مدعی کی طرف سے داخل عدالت ہوئی تھی۔ اور جس پہ آج کی تاریخ مقرر ہو کر مدعا علیہا پر سمن حاضری جاری ہو چکا تھا پڑھ کر سنائی۔ جس کا مضمون یہ تھا:

عرضی دعوے

حضور جامع النور داورِ محشر بہادر دام اقبالہٗ و اجلالہٗ

حضورِ پُرنور! مجھ مستغیث کا استغاثہ یہ ہے۔ کہ میں بیگناہ بغرضِ تفریح طبع اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ سیر کُناں جا رہا تھا۔ جب خونی پور کے نکڑ پر آپ قاتلِ عالم کے جھروکے تلے پہونچا۔ تو نامبردہ نے مع اپنے انیسوں اور جلیسوں کے زبردستی مجھ پر حملہ کر دیا۔ اور مدعا علیہا کے اشارہ سے تیغ ادا نے میرا کام تمام کر دیا میں اپنی دیتِ خون کا عدالت العالیہ سے فریادی ہوں۔ زیادہ آفتابِ جاہ و جلال کا تاباں اور درخشاں رہے۔ تاریخ خوں بیز۔ ماہ خوں ریز سنہ خون انگیز۔ عرضی

بندۂ درگاہ۔ شہیدِ ادا۔ مقتولِ داد خواہ

اب حضورِ داورِ محشر نے اپنا قلم اور رقم اٹھایا۔ اور مدعی سے یہ دریافت فرمایا:۔

سوالِ عدالت	جوابِ مدعی
تمہارا نام؟	شہیدِ ادا!
تمہارے باپ کا نام؟	قتیلِ جفا!
عمر؟	۱۸ سال نونہال!
ذات؟	بے زبانی!
سکونت؟	معصوم نگر!
پیشہ؟	نالہ و آہ!

(بعد حلف دینے کے)

عدالت - تمہارا جو کچھ دعوے ہے مشرح اظہار کرو۔

مدعی - حضرتِ احسان سیفِ زبان۔

اگر سُنتے ہو پہلے تھام لو دِل
بھرا ہے درد میری داستاں میں

خداوند عالم! یہ کمترین تاریخ خوں جیز ماہ خوں ریز سنہ خوں انگیز کی شام خوں آشام کو بطور تفریح طبع چہل قدمی کرتا جارہا تھا۔جب خونی پور کے عین نکڑ پر پہونچا۔ تو مدعا علیہا قاتلِ عالم نے جو اوس وقت اپنے چہرے کے پر قتل عام کا بیڑا اوٹھاکر بیٹھی تھیں۔ اپنے مشیر ناز و انداز کے مشورے اور صلاح سے اپنی بیداد کو حکم دیا۔ کہ اِس نوخیز دلربا اور جوانِ رعنا کو ہماری تیغِ ادا سے ابھی ابھی قتل کر۔ ذرا بھی نہ ٹہرے اور ساتھ اوس کی تمام متاعِ دلفریبی و دل رُبائی چشمِ زدن میں لُوٹ لے۔ کہ میاں کا سارا بانکپن خاک میں مِلجائے بیچاری بیداد اِس نادری حُکم کی تعمیل میں ذرا بھی جھجکی اور ہچکچائی تھی کہ خُود بدولت نے حُسن کے جلال میں آکر تیغِ ادا باندھے جور و جفا کو اِس ظالمانہ حُکم کی تعمیل کا حُکم دیا۔ جب ظالم اظلم نے اِس قہار حُکم کی فوراً تعمیل کی۔ اور معاً میرا کام تمام کر دیا۔ اور کُل سرمایۂ جامہ زیبی و حُسن خیزی لُوٹ لئے۔ میں نے سوائے اس کے زبان سے اور کچھ کہا ہو۔ تو گنہگار۔ اور قابلِ دار

سے حضرتِ احسان جادو بیاں۔

تمہارے ہاتھ سے لو خوں ہو گیا دل کا
اسی کیواسطے یہ ظُلم یہ جفائیں تھیں

میرا دعوے مدعا علیہا پر صرف اس قدر ہے۔ کہ مدعا علیہا مجھے بعوضِ خوں بہائے اپنے پہلوئے محبت میں جگہ دے۔ اور میرے مظلوم و مہموم دل کی

دِلداری اور ناز برداری اپنا فرض مقدم سمجھے کہ مجھ بیگناہ کے خون کا یہی بہا بے بہا ہے۔ اگر مدعا علیہا کو کسی خاص وجہ سے یہ نامنظور ہو۔ تو وہ بھی اپنی پونجی ناز۔ انداز۔ ادا۔ کرشمہ۔ شوخی وغیرہ وغیرہ میرے منضبطہ مال کے بدلے میرے حوالہ کر دے۔ تاکہ میرے بھی آنسو پونچھ جائیں۔ اخیر میں یہ بھی ظاہر کر دینا مناسب ہی نہیں۔ بلکہ الشب سمجھتا ہوں۔ کہ میرا ایک دعوے بھی ایسا نہیں۔ جس کے بطیبِ خاطر ان لینے میں مدعا علیہا پر کسی قسم کا جبر یا تشدد ہو۔ ہاں! دمِ آنا اور عذر لاغری ایسا نہ کر دے۔ تو یہ دوسری بات ہے کیونکہ ؎ میر مرحوم۔ غمزۂ چشمِ خوشش فدانِ زمین

فتنۂ آسماں ہوتے ہیں۔

مدعا علیہا:۔ (مدعا علیہا نے یہ انوکھا دعوے اور انوکھی دبینت خون سُنکر اک دلربائنہ انداز سے کہا) ؎ حقیر مطیر:۔ داورِ محشر کے آگے سُن کے دعوےٰ خون کا۔

طنز سے بولے وہ ہاں ہاں اور کچھ ارشاد ہو

مدعی:۔ غرور سے ؎ حقیر مطیر:۔

آج ہی تو ہو گا صاحب فیصلہ

یہ عدالت داورِ محشر کی ہے

عدالت:۔ (مدعا علیہا سے) کیا تُم مدعی سے کچھ سوال کیا چاہتی ہو؟ (مدعا علیہا نے ابھی کچھ جواب نہ دیا تھا کہ اُس کے وکیل نے بڑھ کر کہا)

وکیل مدعا علیہا:۔ جی ہاں بندہ پرور!

عدالت۔ بہت اچھا جو کچھ سوال کرنا ہو کیجئے!

وکیل مدعا علیہا۔ (مدعی سے) آپ نے تو یہ بیان ہی نہ فرمایا۔ کہ جس وقت مدعا علیہا نے آپ پر حملہ کیا آپ کے ہمراہ کوئی اور صاحب بھی تھے۔ یا آپ بالکل تنہا تھے

اور اگر آپ کے ہمرکاب کوئی تھا - تو اوس نے آپ کی کچھ مدد کی یا نہیں؟

مدعی :- افسوس یہ ہے کہ آپ کی یاد ہی کمبخت آپ کو دھوکھا دے رہی ہے - ورنہ میں نے تو پہلے ہی عرض کر دیا - کہ میں مع رفقا اور احبا کے تھا - تنہا نہیں تھا -

وکیل مدعا علیہا :- بھلا آپ کے ساتھ کون کون حضرات تھے - ذرا اون کے نام نامی تو بتائیے!

مدعی :- اوس وقت میرے ہمراہیوں سے یہ اصحاب ہمرکاب تھے - ارمان تمنائیں - آرزوئیں - مرادیں - ولولے - حوصلے - نوخیزی - دلفریبی - جامہ زیبی یکتائی - رعنائی - دل ربائی - خوش ادائی - وجاہت - صباحت - وضعداری نیک اطواری - شباب - رنگ وتاب - مگر ان میں سے ایک نے بھی میری مدد یا حمایت نہ کی - اور کرتے کیونکر میں نے انہیں اجازت ہی نہ دی - ورنہ خون کی ندیاں بہ جاتیں - اور وہ خون خرابا ہوتا کہ خدا کی پناہ!

گو آپ کی موکلہ کے قیامت خیز ہتکھنڈے تمام شہر میں مشہور ہیں - مگر پھر بھی ہمارے سچے جاں نثار مطلق اس کی پروا نہ کرتے - اور ذرا اشارہ پاتے ہی خدا جانے کیا قیامت برپا کر ڈالتے - بیچارے خون کا گھونٹ پی کر رہ گئے

وکیل مدعا علیہا :- کیوں صاحب میری موکلہ کے وہ کون سے ہتکھنڈے ہیں - جو طشت از بام ہو رہے ہیں -

مدعی :- ع منہ نہ کھلوائیے خدا کے لئے -

وکیل مدعا علیہا :- ع کچھ تو فرمائیے خدا کے لئے -

مدعی :- خیر اگر آپ اپنی موکلہ کی قلعی کھلوانا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی لیجیے! سنئے! کہ آپ کی موکلہ کی جفاکاریوں اور ستم گاریوں نے کیسی قیامت

ڈھا رکھتی ہے۔ جناب الوسا ؎

منہ میں ہم بھی زبان رکھتے ہیں

آپ پوچھیں تو ماجرا کیا ہے۔

وکیل مدعا علیہا:۔ آپ تو ناحق اصل مطلب کو چھپا رہے ہیں۔ جو کچھ فرمانا ہو صاف صاف کیوں نہیں فرماتے۔ ان اڑن گھاٹیوں سے فائدہ؟

مدعی:۔ جب آپ کسی طرح مانتے ہی نہیں تو مجبوری ہے۔ میں نے تو بہت چاہا کہ آپ کی مؤکلہ کا پردہ فاش نہ ہو۔ اور آپ کی مؤکلہ کی قیامت افزائی عدالت پر ظاہر نہ ہو۔ مگر آپ کے اصرار نے مجبور و ناچار کر دیا۔ جناب بندہ! آپ کی مؤکلہ کی یہ کارگذاریاں ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

؎ حقیر مطہر۔ تماشا اک نہ اک ہوتا ہے ہر دم کوچۂ قاتل میں۔

کوئی بسمل سسکتا ہے کسی کا دم نکلنا ہے۔

عدالت محشر
کا
پہلا اجلاس
نمبر ۲

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے

کام آیا حشر میں دامن میرے جلاد کا

وکیل مدعا علیہا:۔ جی ہاں! بجا ارشاد ہوا۔ خیر دیکھا جائیگا (عدالت سے) عدالت براہ خداوندی یہ نوٹ کر لے۔ کہ مدعی بھی وقوعے کے وقت

تن تنہا نہ تھا۔ بلکہ اپنے گھر ہی سے ایک گروہ آمادۂ فساد لیکر فساد کرنے کے ارادے سے چلا تھا۔ عدالت یہ بھی غور فرما سکتی ہے۔ کہ جب مدعی کے ہمراہ ایک جم غفیر غداروں کا موجود تھا۔ تو پھر ہماری مؤکلہ بیچاری یکہ و تنہا ایک ٹولے کے ٹولے سے کیونکر مقابلہ کر سکتی تھی۔ ایسا نرالا الزام تو دیکھنے میں کیا سُننے میں بھی نہ آیا یہ تو اچھا اتہام اور پہلا چینگا الزام ہے۔ بہرحال اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے۔ کہ مدعا علیہا یکہ و تنہا مدعی پر ایسا بیباکانہ اور جابرانہ حملہ کیا۔ تو کیا مدعی کے ساتھیوں کے ہاتھ پاؤں اس قدر پھول گئے تھے۔ یا وہ یہانتک بزدل ہو گئے تھے کہ ان سے کچھ بھی نہ بن پڑی۔ حتےٰ کہ بیچ بچاؤ بھی نہ کر سکے۔ اور کسی جرسی کی جرأت نے اتنی بھی جرأت نہ کی کہ اس خون خرابے کی نوبت نہ آتی اور یہ معاملہ یہانتک طول نہ کھینچتا۔ واہ ری شجاعت اور واہ ری بسالت!!

یہ تو ایک عجیب پیچیدہ جو کسی طرح سمجھ ہی میں نہیں آتا۔ کیا مدعی کے وکیل صاحب یہاں کچھ چون و چرا کر سکتے یا دم مار سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں؟ وکیل صاحب ذرا الا ولا کو ہمارے نامی گرامی ایشیائی فلاسفر حضرت آتش مرحوم کا یہ مقولہ اپنی گانٹھ میں مضبوط باندھنا چاہئے تاکہ کبھی اور کسی وقت فراموش نہ ہو سکے ؎

جو نہ دے ایذا کوئی دنیا نہیں ایذا دے
سایۂ دیوار کو اندیشۂ عامل کہاں

وکیل مدعی:۔ وکیل مدعا علیہا کو مخاطب کر کے حضرت آتش مرحوم ؎

میں کنایہ میں کسی سے گفتگو کرتا نہیں
ناگوار آتش سے سُننا حرف طنز آمیز کا

کیوں قبلہ! آپ کی مغالطہ فہم و نکتہ سنج طبیعت نے اس قدر جلد یہ کیونکر تاڑ لیا۔ کہ مدعا علیہا بالکل اکیلی تھی۔ اور اوس کے ساتھ اوس کا کوئی ہمدم و مونس نہ تھا۔ کیونکہ ابتک میرے موکل نے یہ بیان ہی نہیں کیا۔ کہ آیا آپ کی موکلہ کے ساتھ کوئی اور بھی تھا یا نہیں۔ ہنوز یہ سوال آپ ہی نے کیا نہ عدالت نے۔ پھر آپ کے دماغ مقدس میں یہ وحی کہاں سے آئی۔ کہ جس سے آپ کی بلند پرواز طبع نے یہ بلند پروازی کی۔ مقتضائے ذکاوت و انقضائے جودت تو یہ تھا۔ کہ پہلے آپ نے جرح کے سوالات سے اِن کی تنقیح کر لی ہوتی۔ کہ مدعا علیہا کے ساتھ اس کے رفیقوں میں سے کوئی اور بھی تھا یا وہ تنہا تھی۔ جب البتہ آپ جو کچھ فرماتے۔ قابلِ تسلیم ولائقِ تعظیم تھا۔ قبل توضیح یا بدون حل کئے اِس عقدہ پیچیدہ کے آپ کا کچھ فرمانا یا کسی پر منہ آنا سراسر منہ کی کھانا ہے۔

ہاں! ہاں!! یہ تو بھولا ہی جاتا ہوں۔ کہ آپ نے جو طنزیہ یہ فرمایا تھا۔ کہ کسی نے بیچ بچاؤ کرنے کی بھی جرأت نہ کی۔ اس پر تو جس قدر مضحکہ یا قہقہہ اوڑایا جائے سجا ہے۔ کیونکہ حضرت احسان ہمہ داں ؎

عادتِ جور و جفا ہے جب او نہیں
دوست کیا سمجھائیں ہمدم کیا کریں

وکیل مدعا علیہا:۔ میر مرحوم ؎

بات کہنے میں گالیاں دے ہے
سنتے ہو میرے بدزباں کی بات

واہ حضرت! آپ تو کچھ ایسے اوبل پڑے۔ جیسے باسی کڑھی۔ بیشک آپ کے موکل نے اس وقت تک یہ نہیں بیان کیا۔ کہ مدعا علیہا واردات

کے وقت کس حالت میں تھی۔ مگر مدعی کے بیان سے یہ امر تو صاف مدرک ہے
کہ مدعا علیہا نے اس معرکہ کے لئے پہلے ہی سے سامان کر رکھا تھا جس
سے مدعا علیہا کی نیت کا صاف پتہ چلتا ہے۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ میرے
سوالات بجا ہیں یا بیجا۔ حضرت داغ ؎

سمجھ تو لیجئے کہنے تو دیجئے مطلب۔
بیاں سے پہلے ہی مجھ پر چھری نکلتی ہے

وکیل مدعی:۔ مخدومِ بندہ! یہ تو پھر آپ نے اپنی اوسی پہلی تقریر بلاغت تنویر کا اعادہ فرمایا۔ اس سے تو پھر بھی کچھ کام چلتا نظر نہیں آتا براہ مہربانی ذری تکلیف فرما کر پیشتر مدعی سے اس امر کی تفتیش فرما لیجئے کہ آپ کی مؤکلہ میدان معرکہ میں تنہا تھی۔ یا اوس کے ساتھ بھی اوس کے غمگسار و جاں نثار موجود تھے۔ بدون اس کے آپ کی کُل کوششیں بیسود و نا محمود رہیں گی۔

وکیل مدعا علیہا:۔ بہت بہتر مہربان! اب ایسا ہی ہوگا (مدعی سے) کیوں صاحب! آپ صاف صاف اپنے علم و یقین سے یہ بیان فرما سکتے ہیں کہ جس وقت مدعا علیہا (بقول آپ کے) آپ پر حملہ آور ہوئی تھی۔ تو اوس وقت وہ تنہا تھی۔ یا اوس کے ہمراہ اوس کے اوبھارنے اور بڑھاوا دینے والوں میں سے بھی کوئی تھا؟

مدعی:۔ یہ کوئی کی تو ایک ہی ہوئی۔ اجی جناب! کوئی چھ معنے۔ آپ کی مؤکلہ کے جلو میں خیر سے اوس وقت فتنہ انگیزوں کا ایک خاصہ جتھا موجود تھا۔ جس نے فساد افزائی کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔

وکیل مدعا علیہا:۔ آپ ان میں سے کسی کو پہچان بھی سکتے ہو؟

اگر پہچانا ہو تو براہ نوازش اون کے نام بتا دیجیے!

مدعی :- بہت اچھا فرمائیے! ایک دو کے نام بر لئے نام بتاؤں یا ایک لمبی چوڑی فہرست شرکا کی لکھاؤں - جیسا حکم ہو تعمیل کروں - مگر یہ بھی یاد رہے کہ یہ فہرست اون سفاکوں کے ناموں کی ہوگی - کہ جن کی جلادی اور بیدادی کا جھنڈا اکناف جہاں میں اور جن کی سنگدلی و شقی القلبی کا پھریرا اطراف و دیار میں اڑ رہا ہے - بھلا آپ کی وکالت یا حمایت کہاں تک اِن کی پشت پناہی کریگی -

وکیل مدعا علیہا :- خیر اون کے نام تو لکھا دیجیے - دیکھا جائیگا -

مدعی :- بہت اچھا ملاحظہ فرمائیے! (عدالت سے) حضور عالی لکھا جائے اور یہ بھی دیکھا جائے - کہ کیسے کیسے ظالم ظلم مجھ بیگناہ کے خون کے پیاسے مدعا علیہا کی پارٹی میں موجود تھے - ناز - انداز - عشوہ - کرشمہ - غمزہ - بیداد جفا - جور - ظلم - ستم - خوں ریزی - خونخواری - دل آزاری - خود بینی - خودنمائی تمکنت - رعونت - غرور - گھمنڈ - سرکشی - بیدردی - سنگدلی - نزاکت ادا - اَنَّت - بیرحمی - سردمہری - بدخوئی - بدعہدی - جادونگاہی - دلبری تیغ ادا خنجر جفا - تلخ گوئی - طعنہ زنی - سفاکی - زودخشمی - بےانصافی ستم شعاری - دلفگاری - دلفریبی - جامہ زیبی - دلربائی - فتنہ ادائی - رعنائی - قیامت افزائی وغیرہ وغیرہ - مگر ان میں اکثر خونخوار مددگار تھے -

وکیل مدعا علیہا - کیا آپ یہ بھی بتا سکتے ہیں - کہ آپ کے خون کا بیڑا کس کس نے اوٹھا رکھا تھا؟

مدعی :- یہ تو میں ٹھیک ٹھیک نہیں بتا سکتا - کیونکہ کسی کے خفیہ مشورے یا سازش کا معلوم کر لینا منہہ کا نوالہ نہیں - مگر قیاس ضرور یہ چاہتا ہے -

کہ بیڑا اٹھانے والے وہی جلاد طبع ہوں گے۔ جو بڑی سرگرمی سے بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے تھے۔ اور فساد کی آگ بھڑکا رہے تھے۔

وکیل مدعا علیہا:- بھلا وہ کون کون تھے؟

مدعی:- یہی تیغِ ادا۔ خنجرِ جفا۔ ناز۔ انداز۔ غمزہ۔ عشوہ۔ کرشمہ وغیرہ وغیرہ۔

وکیل مدعا علیہا:- تو کیا یہ سب آپ پر متواتر اور متوالی حملے کر رہے تھے۔ اور مدعا علیہا علیحدہ کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی۔ یا کہ وہ بھی ان حملوں میں شریک تھی۔

مدعی:- کبھی باری باری اور کبھی ایک ساتھ۔

وکیل مدعا علیہا:- کیا آپ یہ بیان فرما سکتے ہیں۔ کہ وہ مہلک ضرب کس کی تھی جسے آپ اپنا ہلاک تصور فرماتے ہیں؟

مدعی:- وہ مہلک ضرب قاتلِ عالم کی تیغِ ادا کی تھی۔

وکیل مدعا علیہا:- چہ خوش! بھلا آپ یہ کیونکر معلوم کر سکتے تھے یقیناً ایسے ہوش ربا معرکے میں آپ کے ہوش حواس کی باگ آپ کے قبضۂ اقتدار سے نکل گئی ہوگی۔ پھر آپ کا خاص مدعا علیہا پر شک کیونکر قابلِ یقین ٹھہر سکتا ہے۔ یہ تو صاف بہتان معلوم ہوتا ہے۔

مدعی:- تو سلمنا۔ اگر میں اپنے احساس مدرکہ پر قابض نہ بھی تھا۔ تو اس کا انکشاف گواہوں سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میں اس کے گواہ بھی پیش کر سکتا ہوں۔ جن سے آپ بھی پوری پوری تسکین فرما سکتے ہیں۔

وکیل مدعا علیہا:- بہت مبارک! اپنے گواہوں کی فہرست داخل فرمائیے۔

مدعی:- اجی قبلہ! اگر مدعا علیہا کے نمک خواروں ہی سے یہ امر ثابت کرا دوں

جب تو آپ مان جائینگے۔ فرمائیے۔ ہاں!

وکیل مدعا علیہا:- جی ہاں! کیوں نہیں!!

مدعی:- بہت اچھا! وہ گواہ یہ ہیں۔ میرزا دامن بیگ اور بی بی آستین بیگم۔

وکیل مدعا علیہا:- اور؟

عدالت:- بس! دو گواہ کافی ہیں!! کیا یہ چشم دید گواہ ہیں؟

مدعی:- حضور!

(چونکہ عدالت کا وقت اور دن دونوں قریب ختم تھے۔ اسلئے مقدمہ دوسرے روز پر ملتوی کیا گیا۔ اور عدالت برخاست ہوئی)

عدالت محشر
کا
دوسرا اجلاس
نمبر ۳

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے
کام آیا حشر میں دامن میرے جلاد کا

(دوسرے روز اول ہی وقت گذشتہ روز کا ملتوی شدہ مقدمہ پیش ہوا۔ مدعا علیہا کی پکار ہوئی۔ اور اوس کا یہ اظہار قلمبند ہوا۔)

سوال عدالت	جواب مدعا علیہا
تمہارا نام؟	قاتلِ عالم!
تمہارے باپ کا نام؟	ظالم اظلم!
عمر؟	۱۴ برس نو برس!
ذات؟	دلبری!
سکونت؟	خونی پور!
پیشہ؟	خوں ریزی!

(عدالت نے حلف دینے کے بعد دریافت فرمایا۔ کہ تم پر جو الزام لگایا جاتا ہے کیا تم اوس کی مرتکب ہو۔ اگر نہیں تو اوس کی تردید میں کچھ بیان کیا چاہتی ہو)

مدعا علیہا:- جی ہاں مجھے بہت کچھ اس جھوٹے بہتان کا ابطال کرنا ہے گو

دم زدن مصلحت وقت نہیں اے صاحب
جی میں کیا کیا ہے مرے پہ لب اظہار نہیں

مگر پھر بھی حتے المقدور اپنی بریت کے لئے کوئی سعی اُٹھا نہ رکھونگی۔ اور جہانتک میری زبان اور میرا ایمان مجھ سے یاری کریگا۔ اپنی معصومیت ثابت کرنے میں اپنی جان کھپا دونگی۔ اگر عدالت کی توجہ نے ذرا بھی میری ہمدردی کی تو پھر میرا بیڑا پار ہے ورنہ سارا مقدمہ فی النار ہے۔

عدالت:- یہ عدالت حق کی یار ہے۔ اچھا جو کچھ بیان کرنا ہو بیان کرو۔

مدعا علیہا:- عالی جاہا! (مدعی کی طرف اشارہ کرکے) یہ حضرت روز واردات کی شام کو بڑے بانکے ترچھے بنے۔ مع اپنے فتنہ پرداز دوستوں کے میرے جھروکے کے نیچے سے گذرے۔ میں بیچاری آفت کی ماری اوس وقت ہوا خوری

سکے لئے اپنے جھروکے پر بیٹھی تھی - انھوں نے دزدیدہ نظری سے اور میں نے انہیں جادو نظری سے گھورا - پھر کیا تھا - انہوں نے اپنی رعنائی - دلربائی - دلفریبی جامہ زیبی کو حکم دیا کہ وہ میرے ہوش و حواس عقل و خرد پر دن دہاڑے ڈاکا ڈالیں - اور میری تمام متاع صبر و شکیب لوٹ لیں -

جنابِ الوزر! میں نے بھی کچھ کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں - جوان سے دب نکلتی - میں بھی سینہ سپر اور دست بہ خنجر ہوئی - اپنے حسن و ادا - ناز و انداز فتنہ نازکو حکم دیا کہ مقابلہ کریں - آخر مقابلہ و مجادلہ ہوا - ہمارے جاں نثاروں نے بھی وہ دلیرانہ حملے بے ششش و پنج کئے - کہ حضرت احبا کے تمام اکڑ فوں خاک میں مل گئے - اور چھکے چھوٹ گئے - اس ہنگامہ قیامت خیز اور اس مقابلہ آفت انگیز میں اگر ہمارے شجاع اور باسل جلیسوں میں سے کسی کا ہاتھ کاری پڑ گیا - تو میں اس کی ذمہ وار کیوں کر گردانی جا سکتی ہوں -

عدالت العالیہ اس امر کا بخوبی اندازہ کر سکتی ہے - کہ ابتدا کدھر سے ہوئی - اگر ہمارے مفرور حضرت کی طرف سے پہلے چھیڑ چھاڑ نہ ہوتی - تو ہمارے حضرت کو یہ کمبخت دن دیکھنا کبھی نصیب نہ ہوتا - اور مجھے کیا غرض پڑی تھی - کہ راہ چلتوں سے ناحق کا جھگڑا مول لیتی - پس مدعی کا کل دعوے تہمت کا پہلو لئے ہوئے ہے -

عدالت :- (مدعی سے) کیا تم مدعا علیہا سے کچھ سوال کیا چاہتے ہو؟

مدعی :- ہاں!

عدالت :- بہت اچھا!

مدعی :- (مدعا علیہا سے) آپکا یہ فرمانا کہ سبقت میری طرف سے ہوئی - بالکل غلط اور سراسر لغو ہے - بلکہ پیش دستی آپ ہی کی طرف سے وقوع

میں آئی۔

مدعا علیہا:۔ یہ تو محض آپ کا افترا ہی افترا ہے۔ بسم اللہ تو آپ کی جانب سے ہوئی تھی۔

مدعی:۔ ہرگز نہیں! آپ کا ایسا فرمانا سچائی کی گردن پر اولٹی چھری پھیرنا ہے۔ اچھا گھبرائیے نہیں۔ گواہوں کے بیان سے یہ عقدہ بھی حل اور عدالت پر مبرہن ہو جائیگا۔ آپ کا یہ فرمانا کہ ڈاکہ ڈالنے کی غرض سے ان کے معینوں نے حملہ کیا۔ پایہ اعتبار اور مراتب وقار سے بالکل ساقط ہے۔ کیا عدالت العالیہ یہ بات تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ جب آپ کے ساتھ ایک جھرمٹ جنگجوؤں کا موجود تھا۔ تو پھر ڈاکہ کیونکر پڑ سکتا تھا۔ کیا ڈاکہ فوج پر پڑا کرتا ہے؟ یہ عجیب و غریب دعوے ہے!!

مدعا علیہا:۔ اجی ہاں! ڈاکہ اسی کو کہتے ہیں۔ کہ جب دن دہاڑے گاؤں کے گاؤں بستی کی بستی محلے کے محلے شہر کے شہر۔ قافلے کے قافلے لوٹ لئے جائیں۔ میرے نزدیک تو آپ پر بلوے اور استحصال بالجبر وغیرہ کی دفعات قائم ہونا چاہیئے۔ حیف کہ یہ اختیار عدالت العالیہ کے قبضۂ اقتدار میں ہے میں اگر حاکم مجاز ہوتی تو اور کئی دفعات جن کے آپ صریحاً مرتکب ہیں مثلاً مداخلت بیجا وغیرہ بھی آپ پر قائم کر دیتی اور مطلق چشم پوشی نہ کرتی۔

مدعی:۔ بیشک اگر آپ حاکم مجاز ہوتیں۔ تو مجھے توپ دم ہی کر دیتیں۔ قانون قدرت کی دفعات بیچاروں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ خیر سے گنجے کے ناخن ہی نہیں ہوتے ۵ حضرت احسان رشک سحبان۔

ایک شکوہ بھی جو کرتا ہوں میں ان کا احساں
جھوٹے الزام لگا دیتے ہیں مجھپر لاکھوں

مدعا علیہا :- نہیں! نہیں!! آپ تو بالکل معصوم اور ناکردہ گناہ ہیں۔ بھلا آپ پر کوئی الزام چہ معنے چھدّا بھی لگا سکتا ہے ، اللہ رے دیدہ دلیلے!

مدعی :- بھلا اِس تو تو مَیں مَیں سے فائدہ ؟

عدالت العالیہ :- آپ کی اِس نوک جھونک طنز و کنایہ کو میزانِ عدل میں خوب تول رہی ہے ؂ حضرت احسان فیض نشاں۔

تُم سے ناکامی کا شکوہ کیا کریں عاشق ہتو!
چھوڑ رکھا ہے خدا پر فیصلہ تقدیر کا۔

وکیل مدعا علیہا :- بیشک عدالت خوب جانچ پرتال کر رہی ہے۔ کیونکہ عدالت ہی کی عدل گستری سے مظلوموں کی امیدیں وابستہ ہیں ؂

(حضرت احسان تیغ زباں) مَیں گنہگارِ محبت ہوں کہ تُم ہو صاحب
دیکھیے حشر میں ثابت ہوں خطائیں کس کی

عدالت :- (مدعا علیہا سے) کیا تُم کوئی اپنا گواہ پیش کر سکتی ہو؟

مدعا علیہا :- کیوں نہیں!

عدالت :- اچھّا اون کے نام؟

مدعا علیہا :- جب مدعی نے میرے ہم جولیوں سے گواہ پیش کیئے۔ تو مجھ پر بھی لازم ہؤا۔ کہ میں بھی اوسی کے رفیقوں سے اپنے گواہ قرار دوں تا دونوں پلّے برابر رہیں۔

عدالت :- مناسب ہے! اون کے نام

مدعا علیہا :- ارمان خاں۔ آرزو خاں۔

عدالت محشر

کا

دوسرا اجلاس

منبہ

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں عدو کے سامنے

کام آیا حشر میں دامن میرے جلاد کا۔

(عدالت نے حکم دیا کہ مدعی کا گواہ مرزا دامن بیگ پیش کیا جائے۔ چپڑاسی نے مرزا دامن بیگ کو عدالت میں حاضر کر دیا۔ اور حلف بھی دیدیا۔

سوال عدالت	جواب گواہ
تمہارا نام؟	مرزا دامن بیگ!
تمہارے باپ کا نام؟	مرزا گریبان بیگ!
عمر؟	۲۵ سال وحشت آل!
ذات؟	دھجیاں!
سکونت؟	آغوشِ جنوں!
پیشہ؟	وحشت!

(عدالت نے قلم لطافت رقم اٹھا کر یہ اظہار لکھنا شروع کیا)

عدالت:۔ تم اس معاملے میں جو کچھ جانتے ہو بیان کرو!

گواہ:۔ حضورِ من! میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں جانتا۔ کہ جس

روز کا یہ واقعہ ہے۔ میاں شہیدادہ مع اپنے ہمراہیوں کے بی قاتلِ عالم کے بالاخانہ کے نیچے سے گذر رہے تھے۔ کہ بی مرحومہ اور میاں مجروح میں کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی۔ اس کے بعد میاں موصوف پر بی موصوفہ نے حملہ کر دیا چونکہ حملہ کے وقت دونوں طرف کے ہواخواہوں کا نرغہ تھا۔ اسلئے میں اور کچھ نہ دیکھ سکا۔ مگر بعد کو صرف یہ معلوم ہوا کہ میاں مذکور الصدر کا خون ہو گیا۔ اور لاش بھی سر راہ خاک و خون میں غلطاں نظر پڑی۔

عدالت:۔ یہ خون خاص کس کی ضرب سے ہوا؟۔

گواہ:۔ یہ تو مجھے مطلق معلوم نہیں!

عدالت:۔ کیا تم نے کسی سے سنا بھی نہیں

گواہ:۔ جی نہیں!

عدالت:۔ (وکلاء سے) کیا آپ لوگ اس گواہ سے کچھ سوال کیا چاہتے ہیں؟

وکیل مدعی:۔ جی ہاں!

عدالت:۔ بہتر!

وکیل مدعی:۔ (گواہ سے) آپ نے ابھی ابھی یہ فرمایا کہ طرفین کے خیر اندیشوں کا نرغہ تھا۔ مگر یہ تو فرمائیے! کہ بی قاتل عالم کے ہواخواہوں میں سے سب کے آگے کون تھا۔ اور کون جوشِ سرگرمی میں بڑھ بڑھ کے وار کر رہا تھا۔

گواہ:۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔!

وکیل مدعی:۔ خیر جس قدر یاد ہو اُسی قدر سہی!

گواہ:۔ یہ تو میں ٹھیک نہیں بتا سکتا۔ شاید سب کی پیشرو

تیغ ادا ہی تھی اور یہی حملے پر حملہ کر رہی تھی۔

وکیل مدعی:۔ پہلے کس طرف سے حملہ ہوا؟

گواہ:۔ میں یہ بھی نہیں دیکھ سکا۔

وکیل مدعی:۔ آخر کچھ تو دیکھا ہو گا؟

گواہ:۔ مُطلق نہیں۔

وکیل مدعا علیہا:۔ (وکیل مدعی سے) جب گواہ اپنی لاعلمی ہی بیان کرتا ہے۔ تو پھر آپ اوسے مجبور کیوں کر رہے ہیں۔ اِس قدغن سے فائدہ؟

وکیل مدعی (وکیل مدعا علیہا سے) نہیں! نہیں!! میں مجبور تو مُطلق نہیں کرتا۔ ہاں قدغن اس لئے ضرور کرتا ہوں۔ کہ مقدمہ روشنی میں آجائے۔ اور انکشافِ اصلیّت میں ذرّہ بھی کسر نہ رہجائے۔ آپ ذرا خاموش تو رہیئے۔ دیکھئے تو کیا گل کھلتا ہے۔ بال کی کھال نہ نکل آئے تو میرا ذمّہ۔

وکیل مدعا علیہا:۔ بہت اچھا میں خاموش ہوں۔ آپ شوق سے بال کی کھال اُتار دیئے۔ اور شگفتگی سے گل کھلائیے!

وکیل مدعی:۔ (پھر گواہ کی طرف متوجہ ہو کر) خیر اگر آپ نے دیکھا نہیں تو سُنا ضرور ہو گا۔ کہ کس نے پہلے وار کیا۔ اور کس کے وار سے ہمارے بیگناہ مؤکل کا خون ہو گیا؟

گواہ:۔ میں یہ بالکل نہیں کہ سکتا۔ کہ پہلے کس کی طرف سے وار ہوا۔ یا کس کی وار سے یہ خون اور قیامت کا اظہار ہوا۔

وکیل مدعی:۔ یہ تو ممکن ہی نہیں۔ کہ آپ نے دیکھا نہیں۔ تو سُنا بھی نہیں۔ کچھ نہ کچھ تو ضرور ہی سُنا ہو گا۔ براہ مہربانی وہی فرما

دیجیے!

گواہ:- یوں سننے کو سینکڑوں باتیں سنیں مگر وہ نہیں یاد کون رکھتا اور یاد رکھنے کی ایسی ضرورت ہی کیا تھی؟

وکیل مدعی:- یہ تو بالکل خلاف عقل بات ہے کہ آپ کو سنی سنائی باتیں بھی یاد نہ ہوں۔ اور آپ نے کُل فراموش کر دی ہوں۔ اس تجاہل سے کام تو چلتا نظر نہیں آتا۔

گواہ:- البتہ میں نے یہ تو ضرور سنا۔ اور یاد بھی ہے۔ کہ تیغ ادا ہی نے پہلے وار کیا تھا۔ اور شاید یہی وار اس خون کا باعث ہوا ہو۔

وکیل مدعی:- صحیح بلکہ بالکل صحیح ہے۔ اب آپ براہ مہربانی صرف یہ بتا دیں۔ کہ آپ پر یہ رنگ افشانی کیسی ہے۔

گواہ:- (گھبرا کر بطور ٹالنے کے) نہیں! نہیں!! یہ تو کچھ بھی نہیں!!!۔

وکیل مدعی:- یہ تو آپ کو ضرور ہی بتلانا ہوگا۔ یہ نہیں کیسی؟ آفتاب نصف النہار پر خاک نہ ڈالیے۔ اصل بات کو باتوں میں نہ ٹالیے۔

گواہ:- (مخوف ہو کر) نہیں معلوم یہ چھینٹے کیسے ہیں؟

وکیل مدعی:- یہ تو سراسر خون کے دھبے ہیں۔ چھپایئے نہیں بتلا دیجیے!

گواہ:- (دہشت سے کانپ کر) جی ہاں! ہیں تو یہ خون ہی کے دھبے

وکیل مدعی:- کس کے خون کے؟

گواہ:- (لرز کر) یہ نہیں معلوم۔

وکیل مدعی:- خیر اب یہ بتلائیے! ڈاکٹر تو ضرور ہی بتلا دیگا۔ کہ یہ خون

انسان کا ہے یا حیوان کا۔ میرا تو کچھ نہ کچھ اب بھی مطلب حاصل ہی ہوگیا۔
وکیل مدعا علیہا: اس سے تو آپ کی مطلب برآری معلوم۔
وکیل مدعی: ہمارے مطلب کا نزول ہو جاتا تو آپ کو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ گھبرائیے نہیں ذرا دم تو لیجیے۔
وکیل مدعا علیہا: بہت مبارک ہو! دیدہ باید!!

(اس قدر کارروائی ہونیکے بعد عدالت برخواست ہوئی)

عدالت محشر

کا

تیسرا اجلاس

نمبر ۵

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے
کام آیا حشر میں دامن صبر سے جلاد کا

(آج دادرِ محشر کے اجلاس پر رونق افروز ہوتے ہی مدعی کی دوسری گواہ آستین بیگم پیش ہوئیں)

عدالت: اچھا اب مدعی کی دوسری گواہ آستین بیگم پیش کی جائے۔

(چپڑاسی نے پکارا کہ بی آستین بیگم حاضر ہیں۔ جواب ملا۔ حاضر ہوں وہیں سے مذکورہ الصدر عدالت کے سامنے لا کر حاضر کر دیا۔ اور حلف بھی دیدیا عدالت نے اس گواہ کا اظہار اس طرح لکھنا شروع کیا)

سوالِ عدالت	جوابِ گواہ
تمہارا نام؟	آستین بیگم!
تمہارے باپ کا نام؟	گردان علی!
عمر؟	۳۱ برس جوبن رس!
ذات؟	حسینی!
سکونت؟	بازوئے گنج یا کلائی پورہ!
پیشہ؟	شباہری (واللہ کیا مہذبانہ ہے -

عدالت - چشم بد دور - جب آپ کا یہی پیشہ ہے - تو آپ معقول شہادت بھی دینگی - اچھا فرمائیے تو کہ آپ اس خون کے مقدمہ میں کیا جانتی ہیں -

گواہ :- (بڑے غمزے سے) اوئی! بھلا میں نگوڑی اس مقدمہ میں کیا جانونگی - البتہ اس قدر تو ضرور جانتی ہوں - کہ روزِ واقعہ کی شام کو یہ حضرت (مدعی کی طرف اشارہ کرکے) مع اپنے دمسازہ و ہمراز کے بی قاتلِ عالم کے چبوترہ کے نیچے سے گذر رہے تھے - کہ ان کی رعنائی اور بی ممدوحہ کی تیغِ ادا میں کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی - اور ہنگامہ دونوں طرف سے حملہ ہو گیا - ایک ہلی چل اور مار دھاڑ میں ان کا کام تمام ہوگیا - جب ہنگامہ رفع ہوا - تو میں نے انہیں خاک و خوں میں لپ سرکٹ تڑپتا پایا - بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتی -

عدالت :- (فریقین کے وکلاء سے) کیا آپ میں سے کوئی صاحب اس گواہ سے کچھ سوال کیا چاہتے ہیں -

وکیل مدعی :- ہاں خداوندا!
عدالت :- بہت اچھا جو کچھ پوچھنا ہو - پوچھئے!
وکیل مدعی :- (گواہ سے) کیا آپ یہ بتلا سکتی ہیں - کہ پیشتر کس کی طرف سے چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی -
گواہ :- یہ میں بالکل نہیں بتلا سکتی -
وکیل مدعی :- عین ہنگامے کے وقت آپ کہاں تھیں ؟
گواہ :- عین ہنگامے میں -
وکیل مدعی :- میرا مطلب یہ نہیں کہ آپ مرکز ہنگامے میں تھیں یا نہیں میرا مطلب یہ ہے - کہ آپ وسط ہنگامے سے کس قدر فاصلہ پر تھیں -
گواہ :- بالکل وسط معرکہ میں -
وکیل :- جب آپ نافِ ہنگامہ میں موجود تھیں تو یہ خواہ مخواہ ہی دیکھا ہوگا - کہ خاص کس کی ضرب پُر تعصب سے ہمارے بے زبان مؤکل کا خُون ہوگیا ؟
گواہ :- جب ایک طوفان بے پایاں برپا تھا - تو میں یہ کیونکر کہہ سکتی ہوں کہ خاص کس کے وارِ خُوں بار سے یہ خُونباری ہوئی - اور یہ مواجان لیوا واقعہ وقوع میں آیا -
وکیل مدعی :- خیر آپ نہ بتلائیں مختار ہیں - مگر میں تو ثابت ہی کراونگا - اچھا! یہ تو آپ کو ضرور ہی بتلانا ہوگا - کہ آپ یہ کس رنگ میں رنگین ہو رہی ہیں - اور یہ ایسا شوخ رنگ کس چیز کا ہے - جو آپ پر قیامت کا رنگ لایا ہے -
گواہ :- (ٹالنے کی غرض سے) اِدھر اُدھر دیکھکر یہ شہابی رنگ ہے -

وکیل مدعی :- واہ کہیں شہابی ہونہ - آپ صاف صاف اور سچ سچ بتلائیں - ورنہ آپ پر جھوٹی گواہی اور دروغ حلفی کی دفعات قائم ہو جائینگی -

گواہ :- (خوف سے تھر تھرا کر دبی زبان سے) میں تو جھوٹ نہیں کہتی - مجھے دروغ حلفی سے غرض ؟ -

وکیل مدعی :- آپ کی مرضی نہ بتلائیے - میں اور گواہوں سے ثابت کرونگا - کہ آپ یہ کس رنگ میں سرخا سُرخ ہو رہی ہیں - بھلا یہ آپ کے چھپائے چھپ بھی سکتا ہے - کہیں خورشید جہانتاب پر بھی کسی نے خاک ڈالی ہے - جو آپ ڈال رہی ہیں -

وکیل مدعا علیہا (وکیل مدعی سے) آپ گواہوں کے دھمکانے کے مُطلق محتاج نہیں - یہ آپ اس گواہ کو دھمکا کیوں رہے ہیں - اگر آپ دھمکی یا تہدید سے کام نکالنا چاہتے ہیں - تو آپ ہوشیار اور خبردار رہیں ! کہ آپ بھی تعزیرات قدرت کی ان دفعات سے محفوظ نہیں رہ سکتے جن کے حدود میں آپ اپنے کو محدود کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں -

وکیل مدعی :- یہ تو کوئی دھمکی یا تہدید نہیں - بلکہ ہماری یہ کوشش کاشف اصلیت ضرور ہے -

وکیل مدعا علیہا :- ہاں ! آپ تنقیح مقدمہ میں جس قدر چاہیے - سعی فرمائیے - مگر تہدید سے باز آئیے - کہ اس میں میری مؤکلہ کا سراسر نقصان متصوّر ہے -

وکیل مدعی :- (گواہ سے) آپ صرف یہ بتلا دیجئے - کہ آپ یہ کس رنگ میں رنگی گئی ہیں - پھر میں آپ سے کوئی سوال نہ کرونگا -

گواہ :- سچ تو یہ ہے کہ خون میں رنگی گئی ہوں -

وکیل مدعی :۔ (عدالت سے) گواہ کا جواب قلمبند فرمایا جائے کیونکہ بقول آتش مرحوم سے گریباں گیر قاتل ہونگے ہم فردائے محشر کو۔

ہمارا خون محضر ہے ہر ایک اوس کے داماں کا

عدالت :۔ لکھ لیا گیا۔

وکیل مدعی :۔ اب آپ اتنا بتلا دیجئے کہ خون کس کا ہے؟

گواہ :۔ اس کی مجھے اصلاً خبر نہیں۔

وکیل مدعی :۔ خیر نہ بتلائیے! یہ مرحلہ بھی ڈاکٹر سے طے ہو جائیگا کہ یہ خون انسان کا ہے یا حیوان کا۔

وکیل مدعا علیہا :۔ بھلا گواہ کو اس قدر تنگ کرنے سے فائدہ؟۔

وکیل مدعی :۔ اس کا فائدہ تو وہ امتول ہے۔ جسے سمجھدار ہی سمجھ سکتے ہیں۔ خیر آپ اس کی فکر نہ کریں۔

عدالت محشر
کا
تیسرا اجلاس
نمبر ۶

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے

کام آیا حشر میں دامن میرے جلاد کا

(ابھی کارروائی ہو ہی رہی تھی۔ کہ مدعی کی طرف سے یہ درخواست پیش کی گئی)

مدعی کی دوسری عرضی

عالی جاہا!

فدوی کی دوسری گذارش یہ ہے کہ میرے پیش کئے ہوئے گواہ جو مدعا علیہا کے خاص انیس و جلیس ہیں۔ اون کے بیان و نیز جرح کے سوالات سے یہ امر تصفیہ طلب رہ گیا۔ کہ جس خون میں یہ غلطاں تھے۔ یہ خون انسانی ہے یا حیوانی۔ اِس لئے میری التماس یہ ہے۔ کہ پہلے عدالت العالیہ انہیں ڈاکٹر کے پاس بھیجکر ڈاکٹر سے مشرح کیفیت طلب فرمائے! کیونکہ ڈاکٹر کی رائے سے عدالت العالیہ کو انفصال مقدمہ میں بہت کچھ امداد ملنے کی امید ہے۔ مورخہ الصور۔ ماہ القیامت۔ سنہ النشور۔

عرضی

بندۂ درگاہ۔ شہید ادا۔ مقتول داد خواہ

عدالت نے فوراً حکم صادر فرمایا۔ کہ گواہان دامن بیگ اور آستین بیگم ڈاکٹر سطیر انچارج شفاخانہ ریخیر آباد کے پاس بغرض تنقیح خون انسانی و حیوانی بھیج دیے جائیں۔ پیشکار صاحب دونوں گواہوں کو بذریعہ سارٹیفکٹ کیفیت طلب کے روانہ کرنے کو طیار ہی تھے۔ کہ وکیل مدعا علیہا نے یہ عذر پیش کیا:۔

وکیل مدعا علیہا:۔ ڈاکٹر کے پاس نہیں۔ بلکہ حکیم دار الشفا فطرت آباد کے پاس اِن کا بھیجنا انسب ہوگا۔

وکیل مدعی:۔ کیا خوب! بھلا حکیم بیچارے خون کی کیمیاوی کیفیت یا حقیقت اصلیت کیا جانیں۔ جب وہ علم کیمیا ہی نہیں جانتے۔ جو اِن باتوں کی جڑ ہے تو کسی شے کی ماہیت یا اجزا وغیرہ سے کیونکر بہرہ حاصل

کر سکتے ہیں۔ اگر ان کے یہاں کچھ کیمیا ہے بھی تو وہی بو الہوسی جس کمبخت میں ہمیشہ ایک آنچ کی کسر ہی رہجاتی ہے۔ بھلا یہ غریب صلناع قدرت کی عجیب صنعت آفرینی کی قدر کیا خاک کر سکتے ہیں۔ بس اسی لیے تو فطرت کے فیاض ہاتھوں نے اپنی فیاضی سے اپنی نادرۂ آفرینی کے قدر دانوں کو انکی قدردانی تفویض فرما دی۔ اور ان بیچاروں کو بالکل ہی اس کوچہ سے نابلد و بے بہرہ تصوّر فرما لیا۔

وکیل مدعا علیہا:۔ واہ! آپ نے تو حکما بیچاروں کو بالکل ہی انگھڑ ٹھہرا دیا۔ اور ان بیچاروں کی قلیا ہی تمام کر دی۔ اگر ایسا ہوتا تو انہیں کوڑیوں کے مول بھی کوئی نہ پوچھتا۔ حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اور تمام دنیا انکی بہت کچھ آؤ بھگت کرتی ہے۔

وکیل مدعی:۔ آؤ بھگت یا پوچھنے اور قدر کرنے کی نہ پوچھیے۔ دنیا تو بھیڑیا دھسان ہے۔ پوچھنے کو تو وہ بھی پوچھے ہی جاتے ہیں۔ جو گلی گلی دَر دَر بَید بَید کی ہانک با صدا لگاتے پھرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو اب اُن کے آؤ بھگت کرنے والے وہی سادہ لوح حضرات ہیں۔ جو زمانہ کے رسم سے مجبور اور اپنی سادہ لوحی سے معذور ہیں۔ ورنہ مہذب دنیا تو ان سے ایسا بھاگتی ہے یا گریز کرتی ہے۔ جیسے طاعون ملعون سے خلق اللہ بھلا آپ ہی فرمائیں۔ کہ اگر آپ پانچ برس کی عمر سے چالیس سال کی عمر تک جان توڑ محنت تحصیل علم و فن میں نہ کرتے۔ اور یونیورسٹی کی اس قدر گرانمایہ ڈگریاں نہ حاصل کرتے۔ تو کیا گھر بیٹھے اس وکالت کے قابل تصوّر ہو جاتے۔ ہرگز نہیں۔ پھر یہ بیچارے جن کی بساط یا کائنات صرف بوسیدہ اور کرم خوردہ قرابادین قادری یا طبّ اکبری تک محدود ہے۔ وہ بھی

اپنی جھونپڑی ہی کی چار دیواری کی یونیورسٹی کی تحصیل لا حاصل - نہ انہوں نے کسی سے پڑھا نہ انکو کسی نے پڑھایا - پھر آپ انہیں کیونکر مستند اور فارغ التحصیل مان سکتے ہیں کیا آپ نے سُنا نہیں ع

کہ نکتہ داں نبود کرم کتاب خورد

ان کا قارورہ یا نبض دیکھنا ہی محض سبز باغ دکھانا ہے - کیونکہ قارورہ کو صرف آنکھ سے دیکھ لینے سے کبھی اوس کی پوری پوری کیفیت معلوم نہیں ہو سکتی - اور نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں یوریا - یورک ایسڈ ہپورک ایسڈ - میوکس - پگمنٹس یا نمکیات سلفیٹ فاسفیٹ - کلورائڈ آف سوڈیم - کلورائڈ آف پٹاسیم - کریاٹن - البومن - شکر - صفرہ - خون - چربی وغیرہ وغیرہ میں سے کس چیز کی زیادتی یا کمی ہے - اور یہ بدون کیمسٹری یا علم کیمیا کے معلوم ہی نہیں ہو سکتا میرے نزدیک تو یہ بیچارے یہ موٹی سی بات کہ ایک صحیح وسالم انسان کا ۲۴ گھنٹہ میں کس قدر پیشاب خارج ہوتا ہے نہیں جانتے - پھر بیماری کی حالت کی تفریق کیا خاک جان سکتے ہیں - ایسا ہی نبض کو بھی خیال فرمائیے - کہ تشریح جس سے نبض کا قطعی تعلق اور چولی دامن کا ساتھ ہے نہیں جانتے - تو پھر کیونکہ نبض کی اصلیت اور حقیقت سے واقف یا ماہر و نباض ہو سکتے ہیں بھلا آپ کسی حکیم صاحب سے دریافت تو فرمائیے کہ قبلہ نبض کس جانور کا نام ہے - کہاں سے آتی ہے - کہاں اسے آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں؟ صحت کی حالت میں فی منٹ کتنی ضربیں چلتی ہے - اور اس کی کون کون سی حرکتیں یا ادائیں تشخیص مرض کی ممد ہوتی ہیں - یا آپ کو یہ

نیچرل تار برقی کن کن باتوں کی خبر پہنچاتی ہے۔ عمر کے اعتبار بچے کی پیدائش کے وقت کتنی۔ ایک سال کی عمر میں کتنی۔ چودہ سال کی عمر میں کتنی۔ تیس سال کی عمر میں کتنی۔ سات سال کی عمر میں کتنی۔ جوانی میں کتنی۔ پیری میں کتنی یا باعتبار آسن لیٹے حالت میں بیٹھے حالت میں۔ کھڑے حالت میں یا باعتبار موسم یا باعتبار خوب و بیداری فی منٹ کتنی ضربیں چلتی ہیں۔ دیکھئے تو گریبان جہاں تک نکتے ہیں یا نہیں؟ پس جب اصلی حالت سے بالکل کورے ہیں۔ تو غیر اصلی حالت کیونکر تمیز کر سکتے ہیں۔ لامحالہ اگر کوئی صاحب کچھ جواب دے بھی نکلیں۔ تو آپ اونہیں ڈاکٹروں کی زٹہ ربائی ہی مقصور فرمائیے!!!

وکیل مدعا علیہا:۔ تعجب ہے کہ آپ نے تو ہمارے حکما کو اس قدر نکما ٹھہرا دیا کہ جس کا حد و پایان نہیں۔ مگر میں تو بلاناغہ دو چار بیماروں کو ان کے علاج سے آرام ہوتے۔ اور صحت پاتے دیکھتا ہوں۔

وکیل مدعی:۔ یہ تو کوئی انوکھی یا استعجاب کی بات نہیں۔ آپ نے سیکڑوں مریض جنہیں نان و نمک بھی میسر نہیں۔ یا وہ اشخاص جو دوا کے نام تک سے بھی واقف نہیں۔ بدون علاج و تیمارداری کے صحت یاب ہوتے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ وہ نہ جائیے آپ نے اپنے گھر ہی میں بوڑھی بوڑھی عورتوں کے علاج سے سیکڑوں بچے چنگے ہوتے دیکھا ہوگا۔ کیا اس سے یہ بڑھی بوڑھی بیچاریاں طبابت کی سند کی مستحق ہو سکتی ہیں؟ جناب الوزا! علمی لیاقت چیز ہی اور ہے۔ جسے نادانی حمج و خرچ سے سخت نفرت ہے۔!!

وکیل مدعا علیہا:۔ یوں آپ جو چاہیں فرماویں۔ مگر ڈاکٹری دوا ئیں مضر ضرور ہوتی ہیں جو ہمارے مزاج کے مخالف پڑتی ہیں۔

وکیل مدعی:۔ یہ کہنا دانوں کا مقولہ ہے۔ اگر ڈاکٹری ادویہ گرم ہیں ہوا

کریں۔ ہمارے مزاج کے برخلاف پڑ ہی نہیں سکتیں۔ اسے تو میں چٹکی بجاتے سمجھائے دیتا ہوں۔ آپ یہ امر تو خوب ہی جانتے ہیں۔ کہ تھرما میٹر یا مقیاس الحرارت یورپ ہی میں ایجاد ہوا۔ اور وہیں کے لوگوں کی حرارت لیکر اوسط نکال کر صحت کی حرارت کا درجہ قائم کیا گیا۔ آپ اوسی مقیاس الحرارت یہاں کے لوگوں کی حرارت ملاحظہ فرمائیے! اگر بال بھر بھی فرق پڑ جائے تو میرا کان ادھیڑ کر ٹکسال باہر۔ دواؤں کو بھی علی ہذا القیاس ایسا ہی تصور فرما لیجئے۔ پھر کیوں ڈاکٹری دوائیں ہمیں بھر وہ رکر سکتی ہیں۔ یا ہمارے مزاج کے مخالف پڑ سکتی ہیں۔ کیونکہ مزاج تو ہر قسم کے فرقے کے اطبا کے نزدیک چار ہی قسم کے قرار پائے ہیں۔ یعنے نروس یا عصبی سنگوئنس یا دموی لیمفٹک۔ یا بلغمی یا بلیس یا صفراوی انہی کی رعایت سے دوائیں طیار ہوتی ہیں۔ میں جیسا نہیں مزاج والوں کے خلاف نہیں ہوتیں۔ تو ہمارے مزاج کے کیونکر خلاف ہو جائے گی۔ کیونکہ ہم بھی تو آخر انہیں چار امزجہ سے ممتزج ہیں۔

مجھے تعجب ہی نہیں بلکہ تاسف بھی ہے۔ کہ آپ سائنس کے ماسٹر ہو کر یہ واہی اور باد ہوائی باتیں کیونکر قبول فرما لیتے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ پھر لوگ ان کے معتقد اور ان کی طرف رجوع کیوں ہوتے ہیں۔ قیاس تو یہی چاہتا ہے۔ کہ ان کی جانب وہی وہی سیدھے سادے اور بھولے بھالے نا عاقبت اندیش بھیا کے بابا رجوع ہوتے ہونگے۔ جو اپنی گھڑی ایسے گھڑی ساز کو جو گھڑی کے پرزے نکلنے سے واقف نہ ہو۔ مرمت کے لئے دینا پسند کرتے ہوں۔ ورنہ عاقبت بین تو کبھی ایسے اناڑی گھڑی ساز کو جو انسانی گھڑی (تشریح کے کیل کانٹے یا پرزے وغیرہ سے محض نا آشنا ہے

رجوع کرنا کبیرہ گناہ خیال کرتے ہیں۔ اور کیونکر رجوع ہوں جب یہاں اصلیت ہی ندارد ہے۔

گو یہ بحث نہایت ہی وسیع ہے۔ مگر میں اس وقت تو بخوف طوالت وقت عدالت خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ انشاء اللہ پھر دیکھا جائیگا۔ آپ کو تجربہ تو شاید ابھی عدالت کے حکم ہی سے ہو جائیگا۔

ناظرین کے وکلاء میں یہ بحثیں ہو ہی رہی تھیں کہ عدالت نے حکم دیدیا۔ کہ عدالت نے حکم دیدیا کہ یہ مقدمہ ڈاکٹر ہی کے معائنہ کے لئے بھیجا جائے۔ یہ حکم صادر ہوتے ہی پیشکار صاحب نے دونوں گواہوں کو اپنے چپڑاسی کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس بھیجدیا۔

چونکہ شام قریب آگئی تھی۔ عدالت برخاست ہوئی۔

عدالتِ محشر

کا

چوتھا اجلاس

نمبر ۷

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے
کام آیا حشر میں دامن میرے جلاد کا

عین عدالت کے وقت عدالتِ محشر کی کرسی پر داورِ محشر کے متمکن ہوتے ہی دیدوں کا التوا کیا ہوا مقدمہ پیش ہوا۔ عدالت نے گواہان مدعا علیہا میں سے ارمان خاں کی حاضری کا حکم صادر فرمایا۔ حشار اردلی نے گواہ مذکور کو

عدالت میں حاضر کر دیا

جوابِ گواہ	سوالِ عدالت
ارمان خاں !	تمہارا نام ؟
تمنّا خاں !	تمہارے باپ کا نام ؟
۳۰ سال حسرت آگیں !	عمر ؟
نامرادی !	ذات ؟
پائمال گڈھ !	سکونت ؟
حسرتی !	پیشہ ؟

عدالت :- تم نے کیا دیکھا؟ بیان کرو!

گواہ : خداوندِ نعمت! میں اور تو کچھ نہیں جانتا۔ البتّہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ دن روز کا یہ واقعہ ہے۔ اُس روز میں چھ بجے شام کے مدعی کے ساتھ بطور ہوا خوری سیر کُناں جا رہا تھا۔ جب خونی پور کے چوراہے پر پہنچا۔ تو مدعا علیہا نے اپنے بام کے جھروکے سے مدعی کو ایک ادا دلربایانہ اور ناز معشوقانہ سے گھورا۔ اور شاید اسی کے ساتھ ہی اپنی تیغِ ادا سے حملہ بھی کر دیا حملہ کرنا ہی تھا۔ کہ دونوں کے انیس و جلیس آ پہنچے اور مقابلہ پر تُل گئے۔ اب کیا تھا۔ خاصہ گھمسان تھا۔ دونوں طرف سے مار مار کی صدا بلند تھی۔ اِس ہنگامۂ آفت خیز میں یہ تو نہ معلوم ہو سکا۔ کہ خاص کس کی ضرب سے یہ جانگزا سانحہ واقعہ ہوا۔ مگر وہیں اور اُوسی وقت اِس خون کے ہو جانے میں مُطلق شک و شُبہ نہیں۔ اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی فوراً پولیس بھی آموجود ہوگئی۔ اور تفتیش اور تحقیقات بھی شروع ہو گئی۔ ۵

حضرت احسان تیغ زباں:۔ ملگئی خاک میں احسان طبیعت لڑ کر
جنگجو یار نہ ہوتا تو نہ جھگڑا ہوتا

میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔

عدالت:۔ ہاں ہاں!! پولیس کی تحقیق و تفتیش کا نتیجہ بھی عدالت میں آچکا ہے۔ اُس سے بھی بہت کچھ مدد اثباتِ مقدمہ میں مل رہی ہے۔ مگر کیا تم کچھ اور مُطلق نہیں جانتے؟

گواہ:۔ نہیں!

عدالت:۔ (وکیل مدعی سے) کیا آپ اِس گواہ سے کچھ سوال کیا چاہتے ہیں؟

وکیل مدعی:۔ ضرور کیونکہ ؎ حزیں مرحوم

ہرگز نہ دیدہ است ز دشمن کسے حزیں
آنہا کہ بر من از ستمِ یار میرسد

عدالت:۔ بہت مناسب! مگر سوالاتِ غیر ضروری اور غیر متعلق بے سود و بے بہبود نہ ہوں کہ جن سے عدالت کا وقت برباد ہو۔

وکیل مدعی:۔ انشاءاللہ ایسا نہ ہوگا عدالت مطمئن رہے۔ (گواہ سے) کیا آپ براہ مہربانی یہ بتلا سکتے ہیں۔ کہ مدعا علیہا کے جان لیوا ادا سے گھُورنے کے بعد پہلا وار کس طرف سے ہوا۔ اور پھر جب گھُمار کی سی کیفیت پیدا ہوئی۔ تو اوس وقت کس کے ضربات ایسے ناگاہ پڑ رہے تھے۔ کہ جن سے ہمارے بیگناہ موکّل کی جان پر آبنی۔ گو میں یہ تو بخوبی جانتا ہوں ؎ زیب مرحوم

مردم نہ همیں از نگہ چشمِ تو مستند
آں شیوہ کدام است کہ آشوب جہاں نیست

مگر آپ کا اپنی زبان سے فرما دینا میرے موکّل کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

ہوش وحواس میرے دست قدرت سے نکل گئے تھے۔ تو پھر آپ نے یکبیک یہ دریافت کر لیا۔ کہ تیغ ادا ہی کا وار اس خون کی وجہ سوجھ ہے۔ یہ تو بالکل خلاف قیاس گفتگو ہے۔

وکیل مدعی:۔ اجی قبلہ اپہلے گواہ کے بیان کا مطلب ہی سمجھ لیا ہوتا۔ پھر جرح کی ہوتی۔ گواہ بیچاری تو تیغ ادا کی غضب آلود حالت کا خاکہ اور بیچاری ہوئی کیفیت کا نقشہ کھینچ رہی اور اپنا شبہ بیان کر رہی ہے۔ یہ تو وہ غریب کہتی ہی نہیں۔ کہ خواہ مخواہ یہ خون تیغ ادا ہی کی گردن پر ہے۔ آپ تو ناحق اوس بیچاری سے الجھے پڑتے ہیں۔

وکیل مہاملیا:۔ یہ آپ دخل در معقولات کیوں فرما رہے ہیں۔ میں تو آپ کی جرح وقدح کے وقت مطلق حارج نہیں ہوتا۔ پھر آپ ایسے جائز تصور فرماتے ہیں۔ خیر اگر مجھ میں مطلب سمجھنے کی قابلیت نہیں ماشاء اللہ آپ میں تو ہے۔ مگر للہ یہ تو فرمائیے! کہ کیا اس گواہ نے اپنے بیان میں یہ نہیں بیان کیا۔ کہ تیغ ادا ہی نے پہلے ہاتھ چھوڑا۔ اور وہی اس خون کا سبب ہے۔ اس سے تو شاید آپ ہرگز نہیں منکر ہو سکتے کیونکہ ایسے بدیہی معاملات کا انکار فوراً کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اور کفارہ شرعی عائد ہو جاتا ہے۔

وکیل مدعی:۔ جناب من! آپ تو خود ہی حدود شریعت کے باہر ہو جاتے ہیں۔ گواہ دیکھیا تو صاف اور ڈنکے کی چوٹ یہ کہ رہی ہے۔ کہ شاید ایسا ہوا ہو۔ آپ اس شاید کو شاید فراموش فرما گئے۔ جس سے نفس بیان بالکل معدوم ہو گیا۔ پس اپنی دھوکھا باز یاد کی دھوکھا دہی میں پڑ کر دوسروں کو متہم ٹھہرانا حدود شرع سے باہر ہوتا ہے یا نہیں؟ وتر اللو گریبان

ہیں۔ معاذ اللہ!

عدالت:- ایسی لاطائل اور لاحاصل بلکہ فضول و نامعقول بحث سے صرف عدالت کا قیمتی و گرانمایہ وقت برباد کرنا ہے!

(یہ سنکر طرفین کے وکلا ساکت ہو گئے)

عدالت:- (گواہ سے) کیا تم اور کچھ بیان کرنا چاہتی ہو۔ تو بیان کرو ڈرو نہیں!

گواہ:- بھلا اس میں خوف و دہشت کی بات کونسی تھی۔ اگر میں کچھ اور جانتی ہوتی۔ تو اوسے بیان کر دیتی میں جیسا ہر ج ہی کیا تھا۔ دراصل میں اور کچھ نہیں جانتی۔

(عدالت نے پھر فریقین کے وکیل کو جرح کی اجازت دی)

وکیل مدعا علیہا:- (گواہ سے) تو تمہیں صرف شک ہی شک ہے کہ شاید تیغ ادا کے وار نے شہید ادا کا کام تمام کر دیا ہو۔ تمہارا یہ بیان یقینی نہیں ہے۔

گواہ- ہاں!

وکیل مدعی (وکیل مدعا علیہا سے) آپ کا یہ سوال بھی عجب ڈھنگ کا سوال جب گواہ سے علانیہ کہدیا کہ میرا شبہ ہی شبہ ہے۔ تو پھر میں نہیں سمجھتا۔ کہ آپ کا یہ سوال کہانتک قانونی کا پہلو لئے ہوئے ہے تھوڑی سی سمجھ کا آدمی بھی اسے فضول اور محض فضول خیال کریگا۔ آپ چشم بد دور ایل ایل۔ بی ہیں

مختصر یہ کہ بحثیں صرف عدالت کو دقت میں ڈالنے اور عدالت کا بے بہا وقت ضائع رائگاں کرنے والی ہوتی ہیں۔

وکیل مدعا علیہا :۔ (وکیل مدعی سے) میں تو عدالت کا گراں قیمت وقت برباد کرنا پسند نہیں کرتا۔ آپ البتہ پسند فرماتے اور اس سے انٹرسٹ لیتے ہونگے۔ میں تو اپنے سوالات سے کچھ نہ کچھ نتیجہ نکال ہی لیتا ہوں گو بادی النظر میں کسی کو نظر نہ آئے۔ تو میرا اس میں کیا قصور

سعدی علیہ الرحمۃ نے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اچھا اب میں کوئی سوال نہ کرونگا۔ ع

آپ کی مرضی یونہی سہی مہربانی یونہی سہی

عدالت :۔ (وکیل مدعی سے) کیا آپ کو بھی اس گواہ سے کچھ سوال کرنا منظور ہے ؟

وکیل مدعی :۔ نہیں !

(بعدہٗ عدالت نے پیشکار صاحب سے دریافت فرمایا۔ کہ کیا ڈاکٹر صاحب کا رپورٹ آ گیا ؟ پیشکار صاحب نے عرض کی۔ حضور آچکا)

ڈاکٹر کا رپورٹ

عالی جاہا ! حسب استفسار حضور پرنور کے گزارش یہ ہے۔ کہ آج میں نے گواہان دامن بیگ و آستین بیگم کے کپڑوں کے خون کا امتحان حسب علم کیمیا کیا۔ گو انسانی اور حیوانی خون میں چنداں فرق نہیں۔ کیونکہ رد کارپسیلز یعنے خون کے سرخ ذرات دودھ پلانے والے جانوروں کے سوائے شتر کے اور کل کے انسانی خون کے سرخ ذروں کے موافق ہیں۔ مگر علم کیمیا نے اپنی بیمثل جاں کاہی ولاثانی جانفشانی سے یہ معمّا بھی حل ہی کر دیا۔ اور دونوں کے خون کا بیّن فرق ڈھونڈھ ہی نکالا۔ وہ یہ کہ حشرات الارض

مثل پرندوں - مچھلیوں - سانپ وغیرہ کے خون کے سُرخ ذرّات تو تھوڑی کوشش میں انسانی خون کے سُرخ ذرّوں سے تمیز ہو جاتی ہیں - مگر دودھ پلانے والے حیوان اور انسان کی تفریق نہایت دقت طلب ضرور ہے - لیکن ادھر کئی کاملانِ علم کیمیا چشم زدن میں جُدا ہی کر لیتے ہیں - چنانچہ ایک ٹکڑے کپڑے سے ایک سُرخ ذرّہ خون کا بذریعہ ٹاکریس کوپ (خوردبین) حاصل کر لیا جاتا ہے - اس زمانے میں دو قسم کی رطوبتیں ہوتی ہیں - ایک جاش یعنے سُرخی - دوسری گلاب یولن خاص انسان میں یہ اپنے ذرّوں کے کیسے سے نکلکر مثل بلور آویزاں کے قائم رہتے ہیں - ان کی شناخت یوں کی جاتی ہے - کہ ایک قطرۂ خون کو ہوا میں رکھکر پانی سے مرطوب کرنے اور اس پر منھ کا حباب دینے سے سطح جہاں کی آکسیجن اور منہ کے کاربانک ایسڈ کے ملنے سے جوں جوں قلمیں پیدا ہوتی جاتی ہیں - اور اس خون کی رنگت سُرخ ہوتی جاتی ہے - پس اس ترکیب تحویلی سے خون کے امتحان کرنے کے علاوہ اور بھی کئی مغلق اور ادق عجیب و غریب قابلِ تسکین دلائل یقینیہ طریقوں سے بھی نہ یہاں جن کی تفصیل کرنا محض فضول ہے) اس خون کا ٹسٹ کیا گیا - بہر طور صاف مترشح ہو گیا کہ ان گواہوں کے کپڑوں کا بے شک و شبہ انسانی خون ہے ہرگز ہرگز حیوان نہیں - اطلاعاً رپورٹ ہذا بتعمیل حضور ہے -

دستخط

ڈاکٹر سٹیر انچارج شفاخانہ بیجر آباد

فردِ قرارداد جرم

(عدالت نے رپورٹ بالا ملاحظہ فرما کے) یہ فردِ قرارداد جرم مدعا علیہا کو

سامنے بلا کر آواز بلند سنا دیا۔)

یہ عدالت حکم بمطابق قانون فطرت۔ باب قتل بالعمد۔ دفعہ خون ناحق فقرات عمداً۔ احمالتاً۔ صراحتاً۔ حیلتاً۔ اشارتاً۔ کنایتاً خود ریزہ ہونا کے مجرم قرار دیتی ہے۔ کہ تم عمداً و احماتاً شہید ادا کے قتل کی مجرم ہو۔ کل نو بجے عدالت کے وقت اپنی صفائی کے گواہ لیکر حاضر ہو۔ کیا تم صفائی کے گواہ بطور خود لاؤ گی۔ یا عدالت سمن جاری کرے۔ اور نیز ہزار ہزار روپیہ خسارہ کی دو ضمانتیں بھی عدالت میں داخل کرو۔ ورنہ کنارِ حوالات میں رہنا ہوگا۔ اور اپنی صفائی کے گواہوں کے نام لکھا دو۔ وکیل مدعا علیہا نے فوراً گواہان صفائی کے نام دل گداز بیگ و دل سوز خاں لکھا دیے۔ اور یہ بھی عرض کیا۔ کہ یہ گواہ میں خود حاضر کروں گا۔ ساتھ ہی اس کے دو ضمانت نامے بھی داخل عدالت کر دیے گئے۔

فرد قرارداد جرم سنتے ہی مدعا علیہا کا مارے خوف کے یہ حال ہوا۔

ع کاٹو تو لہو نہیں بدن میں

رنگ فق کلیجہ شق ہو گیا۔

برعکس اس کے مدعی کے حامیوں کی باچھیں کھل گئیں۔ جوش مسرت سے شادی مرگ ہو جاتی تو تعجب نہ تھا۔

(اب شام قریب آ چکی تھی۔ اور عدالت کا وقت بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے مقدمہ کی پیشی دوسری صبح پر منحصر کر کے عدالت برخاست ہوئی)

عدالتِ محشر
کا
پانچواں اجلاس
نمبر ۹

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے
کام آیا حشر میں دامن سر سے جلاد کا

دوسرے روز وقت مقررہ پر داورِ محشر کے عدالت کے سریر اجلال پر قدم رنجہ فرماتے ہی مقدمہ ملتوی شدہ کی کارروائی حسب ضابطہ شروع ہوئی۔

عدالت - (چپڑاسی سے) مدعا علیہا کی صفائی کے گواہ دلگداز بیگ کو فوراً حاضر کرو۔

(چپراسی نے دلگداز بیگ کو حاضر بھی کر دیا۔ اور قسم بھی دے دی)

جوابِ گواہ	سوالِ عدالت
دلگداز بیگ!	تمہارا نام؟
دل باز بیگ!	تمہارے باپ کا نام؟
۰مرسال قریب ارتحال!	عمر؟
رحیم!	ذات؟
ترحم آباد!	سکونت؟
ہمدردی!	پیشہ؟

عدالت:- تم اس معاملہ میں مدعا علیہا کی کیا صفائی کر سکتے

ہے؟

گواہ :- میں ایک رنگین مزاج اور نرم طبیعت کا آدمی بھلا ایسی ہلچلی اور کھلبلی کے مقام میں کہاں ٹھیر سکتا ہوں۔ البتہ علیحدہ کھڑا وحشت کے عالم میں کانپ ضرور رہا تھا۔ گو دل کو ہزار تھامتا اور لاکھ سنبھالتا تھا۔ مگر وہ کمبخت کب قابو میں آنیوالا تھا۔ پھر کچھ جو کچھ اس حیرانی اور پریشانی میں بہزار خرابی بصرہ دیکھا۔ اور میرے بصر نے جہانتک کام دیا۔ وہ کہہ دیتا ہوں۔ کہ میں نے تیغ ادا کو اس دار وگیر میں مطلق نہیں دیکھا۔ میرے نزدیک تو اس بیچاری پر مُطلق اتہام لگایا جاتا ہے۔ بات تو صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر میاں شہید ادا ایسے بانکے ترچھے بنکر نہ نکلتے۔ تو یقیناً اس خون خرابہ کی نوبت ہی نہ آتی۔ سب میاں شہید ادا کی نوخیزی و نوجوانی کی کرنی ہے۔ دیکھیا ادا تیغ کو ناحق ملزم اور متہم ٹھرایا جاتا ہے۔ ہے منیر مطیر

نوجوانی نے کیا قتل جوانی نے پامال

ہم جو بانکے نہ ہوئے خون شہیداں کیوں

اس پر طرہ یہ کہ اب غریب تیغ ادا کو سب الٹے ہو رہے ہیں۔

عدالت :- کچھ اور فرمائیے گا یا بس؟

گواہ :- بس!

عدالت :- (وکیل مدعی سے) آپ کو اس گواہ سے کچھ پوچھنا ہے؟

وکیل مدعی :- کیوں نہیں!

عدالت :- بہتر ہے۔ پوچھ لیجئے!

وکیل مدعی :- (گواہ سے) اجی حضرت! آپ نے جو بی تیغ ادا کو بانکی

معصوم صفت - فرشتہ خصلت - ناکردہ گناہ تصور فرمالیا۔ اس کے لیے کوئی وجہ بھی آپ کے پاس ہے یا صرف رو رعایت ہی رو رعایت ہے؟ افسوس تو یہ ہے کہ آپ کو باین پیرانہ سالی ابتک اتنی خبر ہی نہ ہوئی ؎

تیر نظر و تیغ ادا نیزۂ مژہ
ان ظالموں سے بچکے کوئی بچہ نگار ہو
حقیر مطیر

بہ خیر سے آپ نے میاں شہید ادا ہی کی نوخیزی - نوجوانی - رعنائی و دلربائی کو تمام فساد کا مفسدہ کیوں قرار دیا - جب آپ سا زمانہ دیدہ سرد و گرم چشیدہ ایسا فرمائے - تو پھر دوسرے بیچاروں سے کیا توقع کیجا سکتی ہے - آپ نے تو اپنے نزدیک بی تیغ ادا کو بالکل معصوم ہی خیال فرمالیا۔ مگر تاسف تو یہ ہے - کہ آپ کی تمام سارش و صفائی محض باد ہوائی ہوئی جاتی ہے - کیونکہ دامن بی تیغ ادا سر اجلاس یہ پکار رہا ہے ؎ حقیر مطیر

حشر کے دن خود پکار اٹھینگی چھینٹیں خون کی
ہم شہادت کیلیے ہیں دامن جلاد میں

کیوں قبلہ! ذرا یہ تو فرمائیے کہ ایسی سخت مار دھاڑ میں آپ کے ہوش و حواس بھی بجا تھے یا نہیں؟ کیونکہ آپ دبی زبان سے اپنی بدحواسی کے پہلے ہی مقر ہو چکے ہیں۔

گواہ :- ارے بھئی! میں ایک سنتالی آدمی بھلا میرے ہوش و حواس ایسے خطرناک معرکوں میں کب بجا رہ سکتے ہیں۔

وکیل مدعی :- تو پھر آپ نے بلا تامل بے سمجھے بوجھے بی تیغ ادا کی برئیت و بیگناہی کا فتوے کیونکر دیدیا۔ آپ تو کچھ بوکھلا سے گئے ہیں۔

گواہ بھئی میں نے تو اوس وقت تیغ ادا کو نہیں دیکھا تھا۔ شاید ہو

عدالت:- خیر! اگر آپ کا نہ دیکھنا جبراً و قہراً تھا تو تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیے۔ تو صرف اس سے تیغِ ادا کی پوری پوری صفائی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پھر جب آپ اپنے آپے ہی میں نہ تھے۔ تو دیکھنے کیا خاک!!

وکیل مدعی:- بہت بہتر آپ نے نہ دیکھا۔ مگر یہ تو آپ کی زبان سے ظاہر ہے۔ کہ آپ اپنی دلگی۔ اسی کے سبب اپنے جامے ہی میں نہ تھے۔

گواہ:- بیشک!

عدالت:- (وکیل مدعی سے) کچھ اور پوچھنا ہے؟

وکیل مدعی:- بس میرا مطلب حاصل ہو گیا۔ حضرت احسان شیریں بیان

ملیگا تجھکو یقیناً بہشت ثواب ایسے چیز کا
ہمارا کام بگڑتا ہوا بنا دینا

عدالت:- (وکیل مدعا علیہا سے) کیا آپ کو بھی اس گواہ سے کچھ سوال کرنا ہے۔

وکیل مدعا علیہا:- (پریشان ہو کر) میں بھلا اب اس سے کیا سوال کر سکتا ہوں۔ جب یہ خود ہی اپنی بدحواسی بیان کرتے ہیں۔ عدالت میں اس سے کسی قسم کا سوال کرنا محض تحصیل لاحاصل ہے۔

عدالت محشر
کا
پانچواں اجلاس

نمبر ۱۰

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے
کام آیا حشر میں دامن مرے جلاد کا

(اب عدالت نے صفائی کے دوسرے گواہ دلسوز خان کو طلب فرمایا۔
اور حلف دیکر اوس کا یہ اظہار قلمبند کیا)

جوابِ گواہ	سوالِ عدالت
دلسوز خاں!	تمھارا نام؟
دمساز خاں!	تمھارے باپ کا نام؟
ساٹھا مثل پاٹھا!	عمر؟
دردمند ہی!	ذات؟
اعدم گنج!	سکونت؟
صُلح پسند ہی!	پیشہ؟

عدالت:۔ تم جو کچھ اس خونریز معاملے میں جانتے ہو بیان کرو۔
گواہ:۔ عالی جناب! میں عین موقعۂ واردات پر اتفاقاً موجود نہ تھا۔
عدالت:۔ عدالت یہ نہیں دریافت کرتی کہ اتفاقاً موجود تھے یا دیدۂ و دانستہ

عدالت صرف یہ پوچھتی ہے کہ آپ اس مقدمہ میں جو کچھ جانتے ہیں۔ وہ اظہار فرمائیں۔ اِس تجاہل عارفانہ سے تو کام چلتا نظر نہیں آتا۔

گواہ :- جی ہاں! وہی تو تہیہ کر رہا ہوں۔

عدالت :- تہیہ ہی فرمائیے گا یا کچھ بیان کیجیے۔ جو کچھ فرمانا ہو فرمائیے آپ کی ہاں نہیں نے لڑنا تک میں دم کر دیا اور وقت علیحدہ خراب ہو رہا ہے۔

گواہ :- عالیجاہا! میں وہیں موجود تھا۔ میں نے تو تیغِ داکو بعینہٖ نہیں دیکھا۔ البتہ اوس کی جھلکی ضرور دیکھی تھی۔

عدالت :- اچھا جھلکی ہی سہی۔ مگر آپ نے دور سے دیکھنا تردد تھا۔

گواہ :- لے بھلا میں اِس سے کیونکر منکر ہو سکتا ہوں۔

عدالت :- خیر بڑی بات ہوئی۔ کہ آپ نے انکار تو نہ کیا۔ پھر کیا ہوا۔

گواہ :- ہوتا کیا خاک۔ ذرا شور و غل ہوا۔ اور شہید ادا کا خون۔

عدالت :- خون ہوتے تُم نے بچشمِ خود دیکھا۔ اور دیکھا تو یہ خون کِس کے ہاتھ سے اور کِس کی ضرب سے ہوا؟

گواہ :- یہ تو میں اچھی طرح دیکھ نہ سکا۔

عدالت :- تُم کِس قدر فاصلے پر تھے؟

گواہ :- بہت تھوڑے فاصلے پر۔

عدالت :- جب تھوڑے ہی فاصلہ پر تھے۔ تو پھر نہ دیکھنا کیونکر

مان لیا جائے۔ اس میں تو سراسر اخفائے واردات کی بو آتی ہے۔ ذرا ہوش درست کیجئے!

گواہ :۔ حضور من! مجھے اخفائے سے غرض؟ البتہ کم نظری سے معذور ضرور ہوں۔ ورنہ جو کچھ دیکھتا۔ ذرّہ ذرّہ بتا دیتا۔

عدالت :۔ (اپنے داہنے ہاتھ کی چند اونگلیاں دکھا کر) یہ کتنی اونگلیاں ہیں؟

گواہ :۔ ساڑھے چار (اس پر ایک قہقہ عدالت میں اڑا)

عدالت :۔ اجی! یہ تو دو ہی ہیں

گواہ :۔ شاید دو ہی ہوں۔

عدالت :۔ یہ گواہ تو بصارت سے بالکل بے بصر ہے۔ واہ اچھے اندھے اور کانے گواہ پیش کئے۔ کہ جنہوں نے مقدمے کے انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے۔ اور مقدمے کو برباد اور ستیاناس کر دیا۔ نہیں معلوم ایسے گواہ پیش کرنے سے مدعا علیہا یا اوس کے وکیل نے سمجھا ہو۔ تو سمجھا ہو۔ عدالت نے تو مطلق اِس کا منشا نہ سمجھا۔ خیر۔

(عدالت نے طرفین کے وکلا۔ سے دریافت کیا۔ کہ کیا کوئی صاحب اس اندھے گواہ سے کچھ استفسار کیا چاہتے ہیں۔ وکلا نے جواب دیا کہ اس سے سوال کرنا بالکل عبث ہے۔ پھر عدالت نے اس گواہ کو باہر جانیکی اجازت دی۔ اور وہ باہر چلا گیا)

عدالت :۔ مدعی کے وکیل سے کیا آپ موجبات اثبات جرم پر کچھ تقریر کیا چاہتے ہیں؟

وکیل مدعی :۔ جی حضور!

عدالت :- بہتر ہے۔ مگر بہت مختصر اور مفید مطلب۔ تاکہ عدالت کا زیادہ وقت ضائع و رائگان نہ ہو سکے۔

وکیل مدعی :- انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا

عدالت :- اچھا بسم اللہ کیجیے اگر آج تو وقت تنگ ہوگیا۔ کل صبح سے اپنی تقریر شروع کیجئے!

وکیل مدعی :- بہت بہتر۔

(اس قدر کارروائی کے بعد آج عدالت برخاست اور مقدمہ کل کی پیشی پر منحصر کیا گیا۔)

عدالت محشر

کا

چھٹواں اجلاس

نمبر ۱۱

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے

کام آیا حشر میں دامن مرے جلاد کا

(آج داور محشر کے اجلاس پر قدم رنجہ فرماتے ہی وکیل مدعی نے اثبات جرم میں تقریر شروع کی۔)

تقریر وکیل مدعی

نصفت شعار عدالت! اس مقدمے میں جس قدر شہداء نے بیعہ عدالت کے حضور میں گذرے ہیں وہ کوہ سیہ کاہ تک اور ماہی سے ماہ تک ہم اجمعین

میرے ہی بیگناہ موکل کے حق بجانب ہیں۔ تشکر ہے کہ مجھے یا میرے ناکردہ گناہ موکل کو اثبات مقدمہ میں زیادہ تکلیف یا تشویش کرنا نہ پڑی۔ اور میرے موکل و عشیں روئداد مقدمہ سے اثبات مقدمہ مہر تاباں کی طرح چمک گئے۔ کیونکہ تمام اظہار و بیان ایسے ہوئے۔ کہ جن سے اس مقدمہ کا بین اور بدیہی ثبوت ملتا گیا۔ میں بڑی تمیز و عاجزی انکسار و فروتنی سے عدالت کی توجہ اپنے گواہوں کے بیان کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ :-

یہ امر عدالت سے کسی طرح پوشیدہ نہیں۔ کہ میرے دونو گواہ مدعا علیہا ہی کے بہی خواہوں اور خیر طلبوں سے ہیں۔ جنسے اپنے مفید مطلب اظہار ہونے کی بالکل امید نہ تھی۔ مگر ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

جو کچھ انہوں نے بیان کیا۔ وہ خوب کیا۔ نیز اسی لئے عمداً ایسے گواہ پیش کئے گئے تھے۔ تاکہ باوجود مدعا علیہا کی طرف داری کرنے کے بھی مقدمے کی اصلیت و حقیقت عدالت پر منکشف ہو جائے۔ خوش قسمتی سے ایسا ہی ہوا۔ گو میرے گواہوں نے کوئی دقیقہ اپنی مخدومہ مالکہ کی جنبہ داری اور رعایت کا اٹھا نہ رکھا۔ تاہم دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو ہی گیا۔ میں جس کی تصریح کی بھی چنداں ضرورت نہیں دیکھتا عدالت نے خود ہی ملاحظہ اور اندازہ کر لیا ہوگا۔ البتہ میں چند ضروری اور اہم باتوں کا تذکرہ کرنا لابدی خیال کرتا ہوں۔ جن سے عدالت کو تصفیہ مقدمہ میں پوری مدد ملیگی۔ چنانچہ میرا پہلا گواہ وامق بیگ جو مدعا علیہا کے خاص معتمدوں میں سے ہے۔ تو اس [illegible] خیرخواہی

سے مقدمے کے اصلی حالات پر پردہ ڈالنے میں بہت کوشش اور سعی کی۔ مگر بالآخر اوسے یہ اقرار ہی کرنا پڑا۔ کہ تیغ ادا ہی نے پہلے حملہ اور وار کیا۔ اور عجب نہیں جو یہی وار اِس خون ناحق کا باعث ہؤا ہو۔ اِس کے قطع نظر اوس کے خونی دھبّوں پہ جرح کی گئی۔ تو رہی سہی قلعی بھی کھل گئی۔ اور سچّا واقعہ سامنے آگیا۔ اوس نے دبی زبان ہی سے نہیں۔ بلکہ علانیہ اور زور شور سے کہ دیا۔ کہ یہ دھبّے خون کے ہیں۔ اگرچہ اس سے یہ اوجھی ہوئی گتھی کماینبغی نہیں سلجھی۔ کہ یہ خون کے دھبّے کس ستم رسیدہ کے خون کے ہیں۔ مگر یہ معمّا تو ضرور حل ہوگیا۔ کہ یہ داغ خون کے ہی ہیں۔ گو وہ کسی جور دیدہ کے خون کے ہوں۔ اب تو خون کے نہ ہونے کا شاید کوئی مدعی نہ نکلے۔ اگر کوئی سادہ لوح ناتجربہ کار اپنی سادہ لوحی اور ناتجربہ کاری سے ایسا پوچ و لغو ادعا کر بھی بیٹھے۔ تو سراسر ہذیان مجنون ہے۔ اجیاً اگر کچھ وقیع سمجھا ہی جائے۔ تو حماقت سے زیادہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس سے زیادہ ایسے دعوے کی وقعت ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایسا مہمل دعوے مقیاس قیاس میں آ ہی نہیں سکتا۔

ایسا ہی میری دوسری شاہدہ آستین بیگم نے بھی اِس مقدمہ کی پردہ پوشی اور مدعا علیہا کی جنبہ داری اور حق نمک خواری ادا کرنے میں ذرا بھی چشم پوشی اور پہلو تہی نہ کی۔ مگر جادو تو وہ ہے جو سر پہ چڑھکر بولے ہیں بیچاری کو بھی اپنی کوششوں میں بالکل ناکامیابی ہوئی۔ اسے بھی اخیر میں مجبوراً اس امر کا اعتراف صاف ہی کرنا پڑا۔ کہ اِس پہ بھی جو شہابی اور شوخ رنگ رچا ہے۔ وہ بھی کسی بیخطا کا خون ہی ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر دیدہ لیس کی رپورٹ بھی ہماری ہی حمایت کا دم بھر رہی ہے

میرے ہی بیگناہ موکل کے حق بجانب میں نتیجہ ہے کہ مجھے یا میرے ناکردہ گناہ موکل کو اثبات مقدمہ میں رشتے تکلیف یا تشویش کرنا نہ پڑی۔ اور بے تکلف وغش روئداد مقدمہ سے اثبات مقدمہ مہر تاباں کی طرح چمک گئے۔ کیونکہ تمام اظہار و بیان ایسے ہوئے۔ کہ جن سے اس مقدمہ کا ہیت و بدیہی ثبوت ملتا گیا۔ میں بڑی عجز و عاجزی انکسار و فروتنی سے عدالت کی توجہ اپنے گواہوں کے بیان کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ:-

یہ امر عدالت سے کسی طرح پوشیدہ نہیں۔ کہ میرے دونو گواہ مدعا علیہا ہی کے بہی خواہوں اور خیر طلبوں سے ہیں۔ جنسے اپنے مفید مطلب اظہار ہونے کی بالکل امید نہ تھی۔ مگر ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

جو کچھ انہوں نے بیان کیا۔ وہ خوب کیا۔ نیز اسی لئے عمداً ایسے گواہ پیش کئے گئے تھے۔ تاکہ باوجود مدعا علیہا کی طرفداری کرنے کے بھی مقدمے کی اصلیت و حقیقت عدالت پر منکشف ہو جائے۔ خوش قسمتی سے ایسا ہی ہوا۔ گو میرے گواہوں نے کوئی دقیقہ اپنی مخدومہ کی جنبہ داری اور رعایت کا اٹھا نہ رکھا۔ تاہم دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو ہی گیا۔ میں جس کی تشریح کی بھی چنداں ضرورت نہیں دیکھتا عدالت نے خود ہی ملاحظہ اور اندازہ کر لیا ہوگا۔ البتہ میں چند ضروری اور اہم باتوں کا تذکرہ کرنا لابدی خیال کرتا ہوں۔ جن سے عدالت کو تصفیہ مقدمہ میں پوری پوری مدد ملیگی۔ چنانچہ میرا پہلا گواہ واعظ بیگ جو مدعا علیہا کے خاص معتمدوں میں ہے۔ گواہ سفید و خیر خواہی

سے مقدمے کے اصلی حالات پر پردہ ڈالنے میں بہت کوشش اور سعی
کی۔ مگر بالآخر اوسے یہ اقرار ہی کرنا پڑا۔ کہ تیغ ادا ہی نے پہلے حملہ اور وار
کیا۔ اور عجب نہیں جو یہی وار اِس خون ناحق کا باعث ہُوا ہو۔ اِس کے
قطع نظر اوس کے خونی دہبوں پہ جرح کی گئی۔ تو نہ ہی سہی قلعی بھی
کھل گئی۔ اور سچا واقعہ سامنے آگیا۔ اوس نے دبی زبان ہی سے نہیں۔ بلکہ
علانیہ اور زور شور سے کہدیا۔ کہ یہ دھبّے خون کے ہیں۔ اگرچہ اس سے یہ اوجھی
ہوئی گتھی کماینبغی نہیں سلجھی۔ کہ یہ خون کے دھبّے کس ستم رسیدہ کے
خون کے ہیں۔ مگر یہ معمّا تو ضرور حل ہوگیا۔ کہ یہ داغ خون کے ہی ہیں۔
گو وہ کسی جور دیدہ کے خون کے ہوں۔ اب تو خون کے نہ ہونے کا شاید کوئی
مدعی نہ نکلے۔ اگر کوئی سادہ لوح ناتجربہ کار اپنی سادہ لوحی اور ناتجربہ کاری
سے ایسا پوچ و لغو ادعا کر بھی بیٹھے۔ تو سراسر ہذیان مجنون ہے۔ احیاناً
اگر کچھ وقیع سمجھا ہی جائے۔ تو حماقت سے زیادہ نہیں سمجھا جا سکتا۔
اس سے زیادہ ایسے دعوے کی وقعت ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ
ایسا مہمل دعوے مقیاس قیاس میں آہی نہیں سکتا۔

ایسا ہی میری دوسری شاہدہ آستین بیگم نے بھی اِس مقدمہ کی پردہ
پوشی اور مدعا علیہا کی جنبہ داری اور حق نمک خواری ادا کرنیمیں ذرا بھی
چشم پوشی اور پہلو تہی نہ کی۔ مگر جادو تو وہ ہے جو سر پہ چڑھکہ بولے ہاں
بیچاری کو بھی اپنی کوششوں میں بالکل ناکامیابی ہوئی۔ اسے بھی
اخیر میں مجبوراً اس امر کا اعتراف صاف ہی کرنا پڑا۔ کہ اِس پہ بھی جو
شہابی اور شوخ رنگ رچا ہے۔ وہ بھی کسی بیخطا کا خون ہی ہے۔ علاوہ
ازیں ڈاکٹر دیدہ بیں کی رپورٹ بھی ہماری ہی حمایت کا دم بھر رہی ہے

خاصکر ڈاکٹر کی رپورٹ سے اِن دھبوں کا خون انسانی ہونا ایسا واضح
و لائح ہوا ہے کہ جس کی توضیح ہی نہیں ہو سکتی - اور نہ کسی ثبوت کے اظہار
کی ضرورت ہی باقی رہی - کہ جس کے لئے ہمارے مؤکل کو موفور جستجو
کی ضرورت مجبور کرتی ہو - یہ بھی عرض کر دینا خلاف واجب عدالت نہ ہوگا
کہ اب عدالت العالیہ کو بھی انفصال مقدمہ کے متعلق متفکر و مشوش نہ ہونا
چاہیئے - لو سلمنا ! اگر عدالت اپنے مزید اطمینان کے لئے اس سے زیادہ
کی محتاط ہونا چاہتی ہے - تو پھر مجھے عدالت کی توجہ مدعا علیہا کے گواہ
کے اظہار کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنا پڑیگی - غالباً بلکہ اغلباً
عدالت العالیہ نے بڑے غور و تعمق سے مدعا علیہا کے گواہ آرمان خاں کی
شہادت ملاحظہ فرمائی ہوگی - میں اس گواہ کے بیان پر زیادہ تر زور دینا
یا جرح و قدح کرنا مناسب نہیں سمجھتا - کہ مدعا علیہا نے بھی مدعی کے رفقا
میں سے گواہ پیش کئے - کہ جن پر وہی شہادت اور شکوکات جن کا شاکی
میں ہوں - مدعا علیہا کی طرف سے پیش ہونا قرین یقین ہے کہ کوئی ایسا
پیدا نہ ہو - تاہم ارمان خاں بھی تیغ ادائی کا سب سے آگے ہونا اور بیباکانہ
حملہ کرنا بیان کرتا ہے - جس پر مجھے عدالت کا خیال رجوع کرنے میں ذرا
بھی باک نہیں - اور نہ عدالت ہی کسی طرح اس گواہ کے مدقق معتبر بیان
سے اغماض فرما سکتی ہے - اس گواہ کا یہ بیان اس مقدمہ کی مدلل دلیل
ہی نہیں - بلکہ مستند ثبوت ہے - اگر عدالت کسی مجبوری کے سبب نہ رہی
دیر کے لئے ارمان خاں کے بیان سے بے پرواہ ہو جائے - تو مدعا علیہا
کی دوسری گواہ کی گواہی بی آورزہ جان کی گواہی سے کس طرح چشم پوشی
یا پہلو تہی فرما سکتی ہے - کہ جس کے بیان نے اس مقدمہ کے رہے سہے

پردہ کی بھی پردہ دری کر ڈالی ہے - اور اثبات متفقہ کو ماہ دو ہفتہ کی طرح روشن و منور کر دیا - جس سے یہ بات پایۂ استدلال کو پہنچ گئی - کہ ظالم تیغ ادا ہی کے بے باک و سفاک حملوں سے یہ خون ریزی ہوئی - گو اس نے بھی شک کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا پھر بھی اسے یہ صاف کہہ دینا پڑا - میرے نزدیک اس کا یہ بناوٹی شک نہیں ہے - بلکہ یقینی ہے کہ یہ لامحالہ ولاریب تیغ ادا ہی کے نادری جلال کا بھڑکتا ہوا شعلہ ہے -

اگر اچانک عدالت کو اب بھی کچھ شش و پنج یا پس و پیش ہو - تو صفائی کے گواہوں کے بیانات پر نظر ڈالے - کہ جنہیں مدعا علیہا نے بڑے دم و خم سے پیش کیا ہے - یہاں تو مجھے کچھ کہنے کی ضرورت یا حاجت ہی نہیں معلوم ہوتی - اور نہ دریائے تردد و بحار تفکر میں غواصی کرنے کی بڑی وجہ ہی معلوم ہوتی ہے - کیونکہ عدالت العالیہ خود صفائی کے گواہوں کے بیان کی ثقاہت و وقعت محسوس فرما سکتی ہے - کیا ان میں سے ایک کا بیان بھی اس قابل ہے - کہ جس پر خس برابر بھی التفات کیا جائے - یا نوٹ لیا جائے - کیونکہ اندھوں کے بیان بھی اندھے ہوتے ہیں - اور انہیں باور بھی عقل کے اندھے ہی کرتے ہیں - آنکھ والے کیوں کرنے لگے - بخدا ان کے بیانات چھوکریوں کی گھروندوں اور چھوکریوں کے کاغذی پتنگوں سے بھی زیادہ کمزور اور بچۂ اطفال ہیں - اگر ان تمام اثبات و ثبوت متفقہ پر توجہ مبذول نہ بھی کی جائے - تو صرف دامن بیگ پر خون کی موجودگی اور آستین بیگم کی خون آلودگی پر کون خاک ڈال سکتا ہے -

ہاں مناسب تو یہ ہے - کہ عدالت العالیہ ان دونوں کا خون آلودہ ہونا

ہی ہمارے بیگناہ مؤکل کے قتل ہونیکا ثبوت قاطع و برہان ساطع تصوّر فرمالے ۔

ملخص یہ کہ میری تقریر کی وجوہات اثبات نے اِس مقدّمہ کے ثابت کرنے میں ذرا بھی کوتاہی یا پہلو تہی نہ کی ۔ بلکہ اِس دھوم دھام سے اسے ثابت کر دیا ۔ کہ جس سے بہتر ہونا امکانِ بشری سے باہر ہے ۔ کیا اب بھی اِس کے ثبوت میں کوئی شک و شبہ باقی ہے ۔ یا میرے معصوم طبیعت اور قدسی صفت مؤکل کے خون سے بیّ قاتلِ عالم کی تیغ ادا کی گردن سبکدوش ہو سکتی ہے ۔ نہیں ! نہیں !! ہرگز نہیں !!!

اصل تو یہ ہے ۔ کہ بیّ قاتلِ عالم کی تیغِ ادا ہی اِس جرم کی مجرم ہے اب میں اپنی حق بجانب مدلّل و اکمل تقریر عدالت العالیہ کی انصاف پژوہی اور معدلت گستری کے سپرد کرتا ہوں ۔ اور حق بحقدار رسید کی امید پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ؎ حقیر محبّر

مزہ جب ہو جو امحشر میں داور

ہماری داد دلوائے تمہیں سے

عدالت محشر

کا

چھٹواں اجلاس

نمبر ۱۲

رنگ لائیں خون کی چھینٹیں خدا کے سامنے

کام آیا حشر میں دامن مرے جلّاد کا

(وکیل مدعی کے بیٹھتے ہی وکیل مدعا علیہا اٹھ کھڑا ہوا اور یہ تردید شروع کی)

تردید وکیل مدعا علیہا

عدالت بارِ عدالت! ہمارے جادو زبان شیریں بیان وکیل مدعی نے جس فصیح فصاحت اور بلیغ بلاغت سے اشاعتِ جرم میں بحث کی۔ اور جس تہذیب و متانت سے اپنے فرض منصبی کو منزلِ مقصود تک پہنچانے میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھلائے۔ یہ سب ہمارے مہربان کی طباعی و ذکاوت کا سبز باغ ہے۔ ورنہ یہ تو ایک معمولی لیاقت اور ادنے طبیعت کا آدمی بھی زور و شور سے بے ساختہ و بے پرواختہ کہہ اٹھے گا۔ کہ جب اکثر گواہوں نے تیغ ادا کا موقع واردات پر موجود ہونا ہی صاف صاف نہیں بیان نہیں کیا۔ تو پھر شک کی بنا پر ایک ناکردہ گناہ کو گنہگار ٹھہرا دینا ہمارے فرزانہ وکیل ہی صاحب کا کام ہو تو ہو۔ منصف عقلیں تو کبھی ایسے بے سروپا باتیں تسلیم نہیں کر سکتیں۔ بقول ہمارے ذی علم ہمعصر کے اگر صفائی کے گواہوں کے کل بیانات پوچ و لچر ہی خیال کر لئے جائیں اور مطلق صفائی اور غیر صفائی نظر ہی نہ آوے۔ تو پھر ہمارے قول کل ہمعصر نے ہماری موکلہ کو مجرم کیونکر گردان لیا۔ اس کے قطع نظر ہمارے بصیر و فہیم ہمعصر کا یہ فرمانا کہ اندھوں کی شہادتیں اندھے ہی معتبر و مستند سمجھیں تو سمجھیں آنکھ والے کیوں سمجھنے لگے۔ سراسر بعید از دور بینی ہے افسوس کہ ہمارے مآل بین ہمعصر کو یہ بھی نہ سوجھا۔ کہ ہمارا گواہ دلسوز خاں بالکل کو چشم نہیں ہے۔ البتہ کم نظری کا شاکی ضرور ہے۔ گو اسے دور کی چھوٹی چھوٹی چیزیں اچھی طرح نظر نہ آتی ہوں۔ مگر نزدیک کی چیزیں وہ بخوبی اور بہیئت مجموعی دیکھ سکتا ہے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے ذی نظر ہمعصر کو اس خاص مرض یا بیماری سے واقفیت نہ ہو۔ اور ہمارا تجربہ کار اور مبصر ہمعصر اس سے محض بے بہرا

اندگورا ہوا اور عمداً اوس نے اس سے چشم پوشی کی ہو ۔

بہرکیف ہمارا اصفہانی کا گواہ کسی طرح اندھا نہیں قرار پا سکتا۔ ہاں کم نظری اور بات ہے۔ پس گواہ مذکور کے بیان کی صداقت کو کمزور یا معتبر یا نامستند عدالت یا نظر باز عقلیں کیونکر تسلیم کر سکتی ہیں؟ البتہ ہمارے ہمعصر کو اختیار ہے۔ مگر ہمارے ہمعصر کا یہ اختیار ہمارے ہمعصر ہی تک محدود رہے۔ تو بہتر ہے خدا نہ کرے کہ عدالت یا دوسرے اشخاص کسی زہریلے اثر سے متاثر ہو جائیں ورنہ قیامت ہی برپا ہو جائیگی

ہمارے فاضل ہمعصر نے دامن بیگ کی رنگ افشانی اور بی آستین بیگم کی شہابی رنگت پر اپنے اثبات کے استدلال اور اس مقدمے کے انفصال کا دارومدار رکھا ہے یہ بھی ہمارے ہمعصر کی رنگینیٔ طبع کی رنگینی اور رنگ آمیزی ہے۔ ورنہ کیا یہ ممکن نہیں یا محال ہے کسی اور رنگ سے ایسا گہرا اور شوخ رنگ پیدا کر لیا جائے۔ اگر ممکن ہے۔ تو ہمارے رنگین طبع ہمعصر کا یہ دعوے بھی بدرنگ اور ٹکسال باہر ہوا جاتا ہے۔

دامن بیگ یا آستین بیگم کا صاف صاف بلا اختلاف معترف ہو جانا کہ یہ دھبے خون ہی کے ہیں۔ یہ بھی ہمارے ذکی الطبع ہمعصر کے ہتھکنڈے ہیں۔ اور یہ صرف ہمارے بانکے ہمعصر کے اینڈے بینڈے سوالات کے کرشمے اور کرامت ہیں کہ جنہوں نے ہمارے سادہ لوح گواہوں کے چھکے چھڑا دیے۔ گھبرا دیا۔ اور بیچاروں کے آپے حواس غائب کر دیئے۔ جب ہمارے موقع میں ہمعصر نے اپنا موقع پایا تو پھر کیا تھا جو کچھ جی میں آیا اور اپنے مفید مطلب پایا۔ ہمارے سیدھے سادے گواہوں سے قبول ہی کرا لیا۔ اور ہمارے ناانجام بین گواہوں نے بھی ذرا انجام بینی سے کام نہ لیا۔ اور مارے ہلبلی کے فوراً ہی اقرار کر دیا۔

ہمارے حکیم و فہیم ہمعصر نے ڈاکٹر اور پولیس کی رپورٹ سے بھی استدلال کیا ہے پولیس کی رپورٹ کو تو ہم بھی لائقِ خطاب ہی خیال نہیں کرتا۔ رہا ڈاکٹر کا رپورٹ

جسنے نہایت مضبوط و مدلل وجوہات انسانی و حیوانی خون کی تفریق پر علم کیمیا کی سندوں سے لکھے ہیں۔ البتہ قابلِ قبول ہیں۔ مگر اس رپورٹ سے بھی یہ بات ثابت نہ ہوئی۔ کہ یہ خون خاص شہیدِ ادا ہی کا ہے۔

الحمد للہ کہ مجھے اپنے باکمال ہمعصر اور پولیس و ڈاکٹر کی تردید میں ذرا بھی دقت اٹھانا نہ پڑی۔ بلکہ باتوں ہی باتوں میں چٹکی بجاتے سب غیر مدلل و غیر مستند دعوے اور ثبات باطل ہی نہیں۔ بلکہ حرفِ غلط کی طرح مٹا دیے۔

اب تو یقیناً ہماری موکلہ کے حق بجانب ہونے میں ذرا بھی متأمل اور مشکوک نہ ہوگی۔ اور غالباً ہماری موکلہ ناکردہ گناہ ہی نہیں۔ بلکہ معصوم بھی متصور ہوگی میں امید کرتا ہوں کہ عدالت اس اتہامی مقدمہ کو خارج فرما کہ ہماری موکلہ کو قانونِ فطرت کے وفاتِ مزیل حیثیت و جھوٹی مقدمہ سازی وغیرہ کے موافق چارہ جوئی کی اجازت بڑی فراخ حوصلگی و کشادہ پیشانی سے مرحمت فرمائیگی۔

اب میں اپنی تقریر قابلِ اعتبار و لائق وقار کو عدالت کے ترحم امیز انصاف کی حمایت میں دیتا ہوں۔ اور اپنے مقرر ہمعصر کی کل تقریر کے جواب میں یہ شعر پیش کرتا ہوں ؎ بدل شاد گشتیم حزیں ☆ ہرچہ از یارِ دلارام رسید ☆ (حزیں مرحوم)

عدالتِ محشر کا فیصلہ

اس عدالت نے روئداد مقدمہ اور فریقین کے وکلا کی بحثیں سنیں۔ مگر یہ بات روئداد مقدمہ و نیز گواہانِ دامن بیگ آستین بیگم۔ ارمان خاں۔ آرزو خاں سے مسلمہ پایہ ثبوت کو پہنچ گئی۔ کہ ملزمہ کا ایک بانکی چتون اور جوشیلے عالم سے لپکنا اور آتے ہی حملہ کر دینا اس خون کے قوی اسباب ہیں۔ اس پر دامن بیگ اور آستین بیگم کی خون آلودگی (جو اس وقت تک فیصلہ عدالت کے سامنے بھی موجود ہے) اثباتِ جرم کے پورے پورے ممد و معاون ہیں۔ یہی نہیں اس …

ان کا یہ اعتراف کر دینا کہ یہ دھبے خون کے ہیں۔ سونے پر سوہاگے کا کام دے رہا ہے۔ اور مقدمے کو بالکل ثابت کر رہا ہے۔ رہا یہ شک کہ "یہ خون انسان کا ہے یا حیوان کا۔ ڈاکٹر کی رپورٹ نے بالکل رفع کر دیا۔ کیونکہ ڈاکٹر نے صاف لکھ دیا۔ کہ یہ خون بلاشبہ انسان کا ہے۔ حیوان کا ہرگز نہیں۔

صفائی کے گواہ دلگداز بیگ و دلسوز خاں کے بیانات ایسے کمزور پوچ ولچر ہیں۔ کہ جس سے صفائی بیچاری تو بالائے طاق رہی مقدمے پر اور بھی اثباتِ جرم کا تیرہ تار ابر چھا گیا۔ اور ملزمہ کو صفائی کے عوض اور بھی ملوث کر دیا

لہٰذا حکم ہوا کہ

مدعی کو ملزمہ بہمہ وجوہ سپرد کر دی جائے۔ اور مدعی کو عدالت یہ بھی اختیار دیتی ہے۔ کہ وہ ملزمہ سے جس قسم کی چاہے۔ خدمت لے۔ ملزمہ پر یہ بھی واجب ہو گا۔ کہ وہ مدعی کی دلجوئی و دلداری میں اپنے کو وقف سمجھے۔ اور ہر طرح مدعی کے خوش رکھنے کی کوشش و سعی کرے۔

مورخہ المحشر۔ ماہ قیامت سنہ النشور۔ روز الصور

دستخط

داورِ محشر

کیوں ناظرین! کیا مزیدار فیصلہ ہوا۔ آپ تو پھڑک گئے ہوں گے۔ رال ٹپک پڑی ہو گی۔ خیر صبر کیجئے صبر!!

راقم اس پر نہ کیوں صاد ہوں اہل بصیرت کے
فصاحت اسکو کہتے ہیں بلاغت اس کو کہتے ہیں

مطبوعہ مطبع آفتاب پنجاب لاہور

فہرست کتب نامور مطبع آفتاب پنجاب لاہور

ملک عزیز ورجنا	عصہ ۴ر	۱۰ر	رفیق نوجواناں	۶ر	۳ر
مشہور موہنا	عصہ ۴ر	۱۰ر	جذبۂ حسن	۸ر	۴ر
نئی نویلی	۶ر	۳ر	جوش شباب	۶ر	۴ر
نورجہاں ناول	عصہ ۴ر	۸ر	جمال	۴ر	۲ر
نظیر بیگم	۵ر	۴ر	جذبۂ الفت	۳ر	۱ر
نازونیاز	عصہ ۸ر	۱۵ر	جفائے حسن	۴ر	۳ر
نادر شاہ	۸ر	۵ر	جفائے زمانہ	۸ر	۴ر
نثار عشق	۴ر	۳ر	حسرت وصل	۱۲ر	۶ر
وحشی محبوبہ	۶ر	۴ر	ہرشیخار ر	۸ر	۴ر
وفادار بی بی	۸ر	۴ر	حسن بانو	۶ر	۳ر
ہر فرعون نے راموسی	۸ر	۶ر	بدر النسا کی مصیبت	۶ر	۳ر
ہیرے کی کنٹی	۸ر	۴ر	بردہ فروش	۶ر	۴ر
یوسف	۱ر	۰ر	بحری فرشتہ	۲ر	۱ر
یوسف و نجمہ	۱۰ر	۴ر	آرزوئے دل	۸ر	۶ر
شوخ وطناز	عصہ ۶ر	عہ	رموز عشق	عصہ ۸ر	۸ر
شہید عشاق	عا	عصہ ۴ر	راز دل	۶	۴ر
عصمتی پارسا	۸ر	۴ر	راز داں مخبر	۱۱ر	۵ر
گلزار شیکسپیر	۸ر	۵ر	بانکا سپاہی	۱۲ر	۱۰ر
فن تماشبینی	۴ر	۳ر	آرزوئے دنیا	۱۰ر	۵ر
قزاق	عکا	عصہ ۸	انقلاب	عصہ	۸ر
پراسرار لڑکی	عہ	۸ر	افسون	عصہ ۸	۱۲ر

ہر ایک قسم کی درخواست بنام دیوان عطر سنگھ مالک مطبع آفتاب پنجاب لاہور

انوار الشمس

یعنی

لاجرنل

یہ قانونی رسالہ سنہ ۱۸۶۶ء سے لیکر یعنے جب سے محکمہ عالیہ چیفکورٹ پنجاب قائم ہوا ہے لاہور کے نامور مطبع آفتاب پنجاب میں چھپکر شائع ہوتا ہے۔ جس میں محکمۂ عالیہ موصوف کے تمام قابل نظیر فیصلجات دیوانی و فوجداری اور محکمۂ عالیہ صاحب فنانشل کمشنر بہادر پنجاب فیصلجات مال مندرجہ پنجاب ریکارڈ۔ اور احکام گورنمنٹ ہند۔ گورنمنٹ پنجاب سرکلرات چیفکورٹ پنجاب۔ سرکلرات مال و محکمہ رجسٹری دستاویزات اور تمام جنرل لوکل ایکٹہائے سپریم لیجس لیٹو کونسل ہند و لیجس لیٹو کونسل پنجاب و خلاصہ انڈین لاء رپورٹ ہر چہار ہائیکورٹ و ویکلی نوٹ الہ آباد و کلکتہ بصورت ماہواری رسالہ درج ہوتے ہیں گذشتہ ۳۰ سالوں میں تمام صوبہ پنجاب کی عدالتوں میں مستند اور قابل وثوق پایا گیا ہے۔ اور آیندہ بعض معزز اور معتبر احباب ناظرین کی تحریک سے اس کی خوشخطی عمدہ چھپائی اور کاغذ کی عمدگی کا عمدہ انتظام کیا گیا ہے۔ باینہمہ اس کے سالانہ چندہ میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ وہی پانچروپے سالانہ مع محصولڈاک ہیں۔ جو اسکی لاگت کے مقابلہ پر بالکل ہیچ ہیں۔ نمونہ کے ایک رسالہ کی قیمت آٹھہ آنہ ہے جو بصورت سالانہ چندہ ادا ہونیکے مجرا دیجاتی ہے۔

ہر ایک درخواست بنام دیوان عطر سنگھ مالک مطبع آفتاب پنجاب لاہور ہونی چاہیے